نوادرِ امدادیہ

یعنی

حضرت حاجی محمد امداد اللہ فاروقی چشتی
کے غیر مطبوعہ خطوط کا نادر مجموعہ

ترتیب و تحقیق
پروفیسر نثار احمد فاروقی

حضرت سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی
روضۂ منورہ بزرگ، گلبرگہ شریف
(کرناٹک)

نوادرِ امدادیہ

یعنی سید الطائفہ شیخ المشائخ

حضرت حاجی محمد امداد اللہ فاروقی چشتی صابری بادوی

مہاجرِ مکی قدس اللہ سرہ العزیز کے غیر مطبوعہ خطوط کا نادر مجموعہ

ترتیب و تحقیق

پروفیسر نثار احمد فاروقی

دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

حضرت سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی

روضۂ منورہ بزرگ۔ گلبرگہ شریف۔ (کرناٹک)

۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

بار اوّل : رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء
کتابت : نسیم اعظمی
مطبع : روبی پرنٹنگ پریس، دہلی
تعداد : ایک ہزار
قیمت :

ناشر :

حضرت سید محمد گیسودراز تحقیقاتی اکیڈمی
روضۂ منورہ بزرگ، گلبرگہ شریف

نذرِ عقیدت

بہ حضور

تقدس مآب مخدوم عالمیاں

حضرت خواجہ سید محمد محمد الحسینی مدظلہ العالی

(سجادہ نشین حضرت خواجہ سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ)

بندۂ آصف عہدیم کہ در سلطنتش
صورت خواجگی و سیرت درویشان است

فہرست مکتوبات

پیش لفظ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
رحمۃ للعلمین وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اما بعد :

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ چشتی صابری یا دوسی سلسلے کے نہایت ممتاز بزرگ ہیں۔ اُن کے سلسلۂ طریقت سے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ہی کے نہیں حجاز، شام، عراق، ترکی، مصر اور مراقش کے علماء اور درویش بھی وابستہ رہے ہیں۔ حیدر آباد کی سربر آوردہ علمی شخصیت حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ علیہ الرحمہ، بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد نے بھی حضرت مہاجر مکی سے فیض پایا تھا۔

حاجی صاحبؒ کے مشرب میں اتنی وسعت تھی کہ طالب خواہ کسی مدرسۂ فقہ کا مقلد ہو، یا غیر مقلد ہو، اُن کے فیضان سے محروم نہ رہتا تھا۔ حاجی صاحبؒ کے مریدین و خلفاء میں مدرسۂ دیوبند کے بعض علماء بھی شامل ہیں، مگر انھوں نے بعض فروعی مسائل کو اتنی اہمیت دی کہ اُنھیں اصل ایمان بنانے لگے، اور اُن کے بارے میں اتنا شدید اور بے لچک رویہ اختیار کیا کہ اپنے پیرومرشد کی ہدایات کی پروا بھی نہ کی، اس سے جو افتراق و انتشار اُمّتِ مسلمہ میں پیدا ہوا وہ بڑھتا ہی گیا، اور اس گروہ کی پیروی کرنے والے آج بھی شرک، بدعت، فسق وغیرہ کے نام پر عام دیندار مسلمانوں کے دل و دماغ میں شک و ریب کے کانٹے بوتے رہتے ہیں اور اسے دینِ اسلام کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔

"التصوف کلہ ادب" تصوف تمام تر ادب ہے اور اس کا خلاصہ مرید و مراد کے ارادے کا اتحاد ہے، یہی حافظ شیرازیؒ نے کہا ہے :

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید ۔۔۔ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ مرشد احکامِ شریعت سے بے خبر ہے، اور جو کچھ اشغال و اعمال اُس
کے ہیں، اُن کی پیروی کے ہم مُکلف نہیں، تو اُس کی بیعت بھی سوالیہ نشان بن جاتی ہے۔
حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الفِ ثانیؒ ہوں یا حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ
محدث دہلویؒ، یا شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، نذر، نیاز، عرس، و مراسمِ
عرس، فاتحہ، مجلسِ میلاد وغیرہ مسائل میں اِن بزرگوں کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں تھا جو آج اِن
سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک ممتاز مرید و خلیفہ مولانا عبدالسمیع
بیدلؔ رامپوری نے اپنی کتاب "انوارِ ساطعہ" میں اِن حضرات کو مُدلل جواب دیا تھا،
جس کی تائید خود حاجی صاحبؒ نے بھی فرمائی تھی۔ اِن مسائل کے بارے میں اور کتاب
"انوارِ ساطعہ" کے موضوع پر جو خطوط مولانا عبدالسمیع بیدلؔ کو لکھے گئے، وہ نہایت اہم اور
قابلِ قدر ہیں۔ اُن سے اِس پوری بحث کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے، اور حضرت کے
عقیدت مندوں کی نظر میں یہ ایک بیش بہا تحفہ ہیں۔ اِن خطوط کو عزیزِ گرامی محترم پروفیسر
نثار احمد فاروقی (صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی دہلی) نے مولانا بیدلؔ کے صاحبزادے
حکیم محمد میاں مرحوم کے نواسے جناب رؤف الحسن (ایڈووکیٹ میرٹھ) کی عنایت سے
حاصل کر کے بہت محنت اور دیدہ ریزی سے مرتب کیا، اُن پر جابجا مفید حواشی لکھنے
کے علاوہ ایک مفصّل، مُدلل اور عالمانہ مقدمہ بھی تحریر کیا، جس سے نہ صرف اِن خطوط کے
لکھنے والے اور مکتوب الیہ کے حالات کا علم ہوتا ہے، بلکہ جن مباحث سے متعلق یہ مکتوبات
ہیں اُن کی علمی اور مذہبی نوعیت بھی سامنے آتی ہے۔ فاروقی صاحب کے لب و لہجہ میں
اِن بزرگوں کے لیے عقیدت و محبت کے ساتھ ہی مخالفانہ عقیدہ رکھنے والوں کے لیے
بھی اعتدال، توازن اور رواداری کا رویّہ ہے، جس میں ذرہ بھر تلخی، تُندی یا تُرشی نہیں
ہے۔ ایک علمی بحث اسی شان سے ہونی بھی چاہیے جس میں نفسانیت اور ادعا کا دخل نہ ہو
اور اپنی بات پوری حجت کے ساتھ کر دی جائے۔ فاروقی صاحب نے یہ خطوط مجھے دکھائے
تو میری خواہش ہوئی کہ انھیں "سید محمد گیسودراز تحقیقاتی اکیڈمی، بارگاہ بندہ نواز، گلبرگہ شریفؒ" کی
جانب سے شائع کیا جائے۔ اِسے انھوں نے از راہِ کرم منظور کیا، اگرچہ اِن کی طباعت میں

غیر معمولی تاخیر ہوگئی، جس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ خطوط کی زیادہ صاف تصویریں دوبارہ حاصل نہیں ہو سکیں۔ جو تصویریں ایسی حالت میں تھیں کہ اُن کی طباعت ہو سکے وہ مجموعے میں شامل کر لی گئی ہیں۔

"نوادرِ امدادیہ" کے اِس بیش قیمت علمی تحفہ کی اشاعت کے سلسلے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ڈاکٹر نثار احمد صاحب فاروقی کو صحت و عافیت، صلاح و فلاحِ دارین، علمِ نافع اور عملِ مقبول سے بہرہ ور رکھے، اور اس طرح کی خدمتوں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب رؤف الحسن انصاری ایڈووکیٹ میرٹھ بھی ہمارے شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں جنھوں نے طویل عرصہ تک اِن خطوط کی حفاظت کی، اور اِنھیں اشاعت کے لیے بطیبِ خاطر عنایت فرمایا۔ جزاہُ اللہ خیر الجزاء۔

وَآخِرُ دَعوانَا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ المُرسَلِین صَلَّی اللّٰہُ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

گلبرگہ :

یکم ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ

سیّد شاہ محمد محمد الحسینی
سجّادہ نشین حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ
گلبرگہ شریف

مقدّمہ

زیرِ نظر کتاب شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض نادر خطوط کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے بیشتر خطوط مولانا عبدالسمیع بیدلؔ انصاری (ساکن رامپور منہیاران وثنزیل لال کرتی میرٹھ) کے نام ہیں چند خطوط کے مکتوب الیہم دوسرے حضرات بھی ہیں۔

انھیں "نوادرِ امدادیہ" نام اس لیے دیا گیا کہ یہ خطوط غیر مطبوعہ ہیں اور پہلی بار شائع ہو رہے ہیں دوسرے یہ ایک اہم بحث سے متعلق ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۳۰۲ھ/۸۴-۱۸۸۵ء میں مطبع ہاشمی میرٹھ سے ایک چار ورقی کا فتویٰ شائع ہوا، جس پر تین غیر مقلد علماء کے دستخط تھے، اس کے علاوہ دیوبند، گنگوہ وغیرہ کے علماء نے بھی اس کی تائید کی تھی۔ اس کا عنوان تھا "فتوائے مولود و عرس وغیرہ"۔ اس میں یہ کہا گیا تھا کہ اَموات کی فاتحہ اور ایصالِ ثواب کی رسمیں جیسے سوم چہلم وغیرہ، یا عرس کرنا، ایصالِ ثواب کی نیت سے کھانے پر فاتحہ دینا، میلاد شریف پڑھنا، اُس کی مجلس میں قیام کرنا وغیرہ سب بدعت اور گمراہی ہے، شرعاً ناجائز ہے۔

اس کے چند ماہ کے بعد ایک اور ۲۴ ورقی رسالہ شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا "فتوائے میلاد شریف یعنی مولود مع دیگر فتاویٰ"۔ یہ بھی مطبع ہاشمی میرٹھ سے شائع ہوا۔ اس میں بھی فاتحہ، عرس، میلاد شریف وغیرہ کی مذمت اور اُن کے جواز سے انکار کیا گیا تھا۔

ان فتاویٰ کی اشاعت سے عام مسلمانوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، تائید و تردید میں طرح طرح کی باتیں سامنے آنے لگیں، تو کچھ حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید و خلیفہ مولانا عبدالسمیع بیدلؒ سے اس کا مدلل جواب لکھنے کی درخواست کی۔ انھوں نے ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں ہی اس فتوے کی تردید میں کتاب "انوارِ ساطعہ دربیانِ مولود و فاتحہ" لکھی اور اُسے چار ابواب میں تقسیم کیا۔

پہلے چار ورقی فتوے میں کہا گیا تھا: "محفل میلاد اور قیام وقتِ ذکرِ پیدائش آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم..... بدعت ہے..... ایسا ہی حال سوم، دہم، چہلم وغیرہ اور ریخ آیۃ اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا..... کہ بدعات قبیحہ و ناپسندِ شرعیہ ہیں۔"

اس پر دستخط کرنے والوں میں مولوی حفیظ اللہ، مولوی شریف حسین، مولوی الٰہی بخش، مولوی محمد یعقوب نانوتوی (مدرس اول مدرسہ دیوبند) اور مولوی محمد محمود (مدرس مدرسہ دیوبند) شامل تھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اس پر یہ فتویٰ لکھا تھا:

"ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخرِ عالم علیہ السلام کو کرنا، اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے، ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلافِ سنّت ہے اور سوم بھی کہ یہ سنّت ہنود کی رسوم ہے۔" (رشید احمد عفی عنہ گنگوہی)

مولانا بیدلؒ نے سب اُمور زیرِ بحث پر کتاب و سنّت اور علمائے سلف کے اقوال و آثار کی روشنی میں ایک مفصل جواب "انوارِ ساطعہ" کی شکل میں لکھا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں شائع ہوا۔ چونکہ دونوں فتاویٰ میں بھی بعض الفاظ سخت اور درشت استعمال ہوئے تھے اُن کا رد کرتے ہوئے مولانا بیدلؒ نے بھی کہیں کہیں تلخ الفاظ میں تردید کی۔

یہ رسالہ حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ معظمہ پہنچا تو اُنھوں نے اس کو لفظاً لفظاً پڑھوا کر سنا اور متعدد خطوط میں اس کا اظہار کیا کہ جو باتیں انوارِ ساطعہ میں لکھی ہیں وہ "فقیر کے مذہب و مشرب کے موافق ہیں۔"

مگر حاجی صاحبؒ نے مولانا بیدلؒ کو لکھا کہ جن الفاظ میں ترشی اور تیزی ہے وہ خارج کر دیں، اس کا لب و لہجہ نرم اور شیریں رکھیں۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں اُنھوں نے کتاب پر نظرِ ثانی کی اور ایسے سب الفاظ اور فقرے نکال دیے جن میں کوئی اِدعا یا نفسانیت تھی یا تلخی اور تندی پیدا ہو گئی تھی۔ دوسرا ایڈیشن حذف و ترمیم کے ساتھ ۱۳۰۷ھ/۸۹-۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بارے میں حاجی صاحب نے جن خیالات کا اور اپنی خوشی کا اظہار فرمایا وہ اِن خطوط میں دیکھا

جا سکتا ہے جو زیرِ نظر کتاب "نوادر امدادیہ" میں شامل ہیں۔

حاجی صاحبؒ نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ ان اختلافی مسائل کو شہرت نہ کریں اور ان کے قائلین کو "ضال و مضل و کافر و مشرک بنانا کونسا صواب و مصلحت ہے" (مکتوبات ہدایت ص ۱۹) اور یہ بھی لکھا کہ "اگر دنیا میں کوئی رنج و الم ہے تو یہی ہے کہ چند مسائل میں آپ کی رائے علمائے دہر و مشائخ زمان کے خلاف ہے" (مکتوبات ہدایت ص ۱۸)

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا گنگوہی اس معاملے میں اتنے سخت تھے کہ انھوں نے حاجی صاحبؒ کو یہاں تک لکھ دیا کہ آپ چاہیں تو مجھے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیں۔ اس پر حاجی صاحبؒ نے لکھا ہے :

"خارج کرنا چہ معنی فقیر تو تم علماء و صلحاء کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخرِ دارین و ذریعۂ نجات و وسیلۂ فلاح کونین یقین کرتا ہے" (مکتوبات ہدایت ۱۸)

میلاد شریف پڑھنا، اُس میں قیام کرنا، ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ پڑھنا یا بزرگوں کا عرس کرنا قطعی طور پر اگر قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو تب بھی یہ اُمور فروعاتِ دین میں آتے ہیں اُصولِ دین میں نہیں۔ ان پر طویل زمانے تک اُمّت کے علماء و مشائخ کا معمول رہا ہے اب اس کو ضلالت اور کفر و شرک کہنے سے اُن اسلاف کو گمراہ اور جاہل سمجھنا لازم آتا ہے۔ قرآن کا فرمان تو یہ ہے کہ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل ۱۲۵)

فروعی مسائل میں تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے حنفی مسلک والے بھی دو گروہوں میں بٹ گئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بیان ہے کہ "حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک واعظ دہلوی کی نسبت فرماتے تھے کہ تشدد بہت تھے اس قدر تشدد سے اصلاح نہیں ہوتی" (اشرف التنبیہ مطبع نادر پریس دہلی ۱۳۴۸ھ) کیا مولانا گنگوہی کا اس حد تک اصرار کہ "چاہیں تو بیعت سے خارج کر دیں" تشدد نہیں ہے؟

• اوامرِ شریعت کی بجا آوری سر آنکھوں پر، مگر بیعت بھی ایک عہد ہے جو اللہ سے کیا جاتا ہے۔ مولانا تھانویؒ ہی نے فرمایا: "بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ طالب کی طرف سے التزام ہو اتباع کا اور شیخ کی طرف سے التزام ہو تعلیم و توجہ کا" (خیر الافادات ص ۸۸)

اگر یہ کہا جائے کہ غیرتِ دین کا تقاضا یہی تھا کہ پیر و مرشد کے حکم سے بھی مسائلِ شریعت کے بارے میں روگردانی کرلی جائے تو یہ دیکھا جائے گا کہ بزرگانِ سلف میں، اور گزرے ہوئے لاکھوں مسلمانوں میں، جو اِن عقائد و اعمال پر رہ کر چلے گئے اُن کا انجام کیا ہوا ہوگا؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علم و فضل، فقہی مہارت، اِتباعِ سنّت اور غیرتِ دینی کے بارے میں بظاہر اِن حضرات علماء کو بھی انکار نہیں ہے۔ اُن کے عقائد "القول الجلی" سے بالکل واضح اور جلی ہو گئے ہیں، برسوں پردۂ گمنامی میں رہنے کے بعد یہ کتاب ابھی تین سال قبل چھپی ہے اور حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ) نے اس کا متن شائع کردیا ہے۔ اُسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ عرس، فاتحہ، نذر نیاز، سب کے قائل بھی تھے، عامل بھی۔ اُن کی تصانیف میں "انفاس العارفین" مشہور و مستند کتاب ہے اُس سے اُن کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کے عقائد اور اعمال کا علم ہوتا ہے اِسی کتاب میں حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ (پیر و مرشد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) کے جانشین و فرزند حضرت خواجہ خردؒ علیہ الرحمۃ کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"خواجہ خرد کبھی کبھار خواجہ محمد باقیؒ باللہ کا عرس کرتے تھے۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ کوئی شخص اُن کے پاس آکر کہتا ہے کہ چاول میرے ذمہ، دوسرا آکر کہتا ہے: گوشت میرے ذمہ، تیسرا آکر کہتا ہے کہ فلاں قوال کو میں لاؤں گا۔ اسی طرح دوسرے انتظامات بھی ہو جاتے۔ خواجہ خردؒ اِس میں کوئی تکلف نہیں کرتے تھے۔"

(انفاس العارفین اُردو ترجمہ ص ۹۴ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

ایک اور اقتباس انفاس العارفین ہی سے ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت والد ماجد (شاہ عبد الرحیمؒ) پھلت میں تھے۔ عرس کا دن تھا۔ ایک بزرگ تشریف لائے تو انھوں نے نغمہ شروع کردیا کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ شیخ ابو الفتح کی روح ظاہر ہو کر رقص کر رہی ہے۔ اہلِ مجلس پر بھی اِس کا کچھ اثر

ہوا چاہتا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ اہل مجلس کی حالت دگرگوں اور ہائے وہو کے عجیب و غریب نعرے بلند ہونے لگے۔ (انفاس العارفین ص ۸۳)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ نے خواجہ خُردؒ (ف ۴،۱۰۷۴ھ/۶۳-۱۶۶۲ء) سے دینی و روحانی استفادہ کیا ہے اور خواجہ خُردؒ کی تعلیم و تربیت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی نگرانی میں ہوئی ہے۔

القول الجلی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا زائچہ بھی دیا ہے اور اُس پر علم نجوم کی رو سے تبصرہ بھی لکھا ہے مثلاً یہ کہ "نجومیوں کے مطابق جس سیارۂ فلکی میں آپ کی ولادت ہوئی اسی میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی کہ شمس و عطارد برجِ حوت میں تھے اور یقیناً یہی وجہ ہے کہ آپ وارثِ کمالاتِ نبوت ہوئے" (شاہ محمد عاشق پھلتی، القول الجلی مترجمہ حافظ تقی انور علوی، لکھنؤ ۱۹۸۸ء ص ۱۱)

شاہ صاحب کے بیشتر خطوط اور تالیفات میں نجوم کی اصطلاحات اور سیاروں کی تاثیر کا حوالہ ملتا ہے، یہ ممکن ہے اُس عہد کے ہندوستانی معاشرے کے عام رجحان کا اثر ہو، بہرحال اسلام کی تعلیم میں یہ شامل نہیں ہے کہ نجوم پر یقین رکھا جائے، اگرچہ قرآن کریم میں اس کی طرف ایک اشارہ ملتا ہے: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝ (الصافات ۸۸-۸۹) اس سے معلوم ہوا کہ علم نجوم میں انسان کی دل چسپی زمانۂ ماقبل تاریخ سے رہی ہے [1] مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں بے تکلف لکھ دیا کہ ستاروں کی تاثیر میں یقین رکھنے والا مشرک ہے یہ بھی خیال نہ کیا کہ میرے جدِ امجد کیا لکھتے رہے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ خدا کے سوا کوئی فاعلِ مطلق نہیں ہے مگر اسی بات کو ذرا مختلف انداز میں لکھنا چاہیے تھا، فوراً شرک کا ٹھپا لگانے سے وہ بہتر ہوتا۔

یہاں زیادہ تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں، جو حضرات اس موضوع پر شرح و بسط کے

---

[1] ابن سعد ۳/۲۱۱ کہتا ہے کہ عام الرمادۃ میں حضرت عمرؓ نے العباسؓ بن عبدالمطلب سے پوچھا: "یا ابا الفضل کم بقی علینا من النجوم، وقال: العواء، قال: کم بقی منها، قال: ثمانیة ایام" اس سے ظاہر ہے کہ نجوم کے اثرات پہ حضرت عمرؓ کو بھی اعتقاد تھا دوسرے بزرگوں کے بارے میں بھی ایسی روایات ملتی ہیں۔

طالب ہوں وہ القول الجلی کو تمام وکمال غور سے پڑھیں، اُس پر حضرت مولانا ابوالحسن زید رحمہ اللہ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں، مسعود احمد برکاتی صاحب کی کتاب "شاہ ولی اللہ دہلوی اور اُن کا خاندان" کا مطالعہ کریں۔ انفاس العارفین کو نظرِ غائر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی کتابوں میں تحریف بھی کی گئی ہے، بعض جعلی کتابیں دوسروں نے لکھ کر اُن سے منسوب کردی ہیں اور اپنے عقائد کو شاہ صاحب کے فرمودات بناکر پیش کیا ہے۔ ورنہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے عقائد وہی تھے جو تمام ممتاز مشائخ وصوفیہ کے اعمال ومعتقدات رہے ہیں۔

اِسی طرح حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانیؒ کو عظیم مصلح، متبعِ سنت اور مخالف بدعات کہا جاتا ہے، اور اُن کی خدمات جلیلہ اِس پر گواہ ہیں، مگر اُن کے عقائد واعمال کا بھی صرف وہی حصہ منظرِ عام پر لایا جاتا ہے جو اِن حضرات کے مفیدِ مطلب ہو۔ دیکھیے حضرت سرہندیؒ کے ایک مقبول وممتاز مرید وخلیفہ شیخ بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ جو آخر وقت تک اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہے، لکھتے ہیں:

"چوں حضرت ایشان بر تقریب عرس حضرت خواجہ (باقی باللہؒ) قدس سرہ بر دہلی تشریف بُردند شیخ تاج کہ از کُملِ اصحاب واز اَجلّۂ خلفائے حضرت خواجہ قدس سرہ واز مشاہیر مشائخ ہند بود، نیز بہ دہلی آمدہ بودند۔

(حضرات القدس ص ۵۳ طبع لاہور ۱۹۷۱) (۳۷)

جب آپ (حضرت مجددؒ) حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ کے عرس کی تقریب میں دہلی تشریف لے گئے تو شیخ تاج (الدین سنبھلیؒ) بھی جو حضرت خواجہ قدس سرہ کے کامل اور ممتاز خلفاء میں اور ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے تھے دہلی آئے ہوئے تھے۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا عرس ہوتا تھا، اُس میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ (ف ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) بھی شرکت کے لیے آتے تھے، یہی نہیں، حضرت بدرالدین سرہندیؒ کا بیان ہے:

"آں حضرت ہر سال در ایام عرس حضرت خواجہ قدس سرہ بر دہلی تشریف می بُردند

(حضرات القدس ص ۵۶) (۳۸)

آں حضرتؒ (مجدد) ہر سال حضرت خواجہؒ (باقی باللہ) کے عرس کے دنوں میں دہلی تشریف لے جاتے تھے۔

اور حضرات القدس کا بیان ہے کہ مجدد صاحبؒ زیارتِ قبور کو جاتے تھے، قبر کو بوسہ دینا اچھا نہ سمجھتے تھے مگر کبھی اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد کے مزارات کو ہاتھ لگا کر چومتے تھے (ص ۰،۹) قبر پر مراقبہ توجہ کرتے تھے (ص ۹۳) مردہ عزیزوں کو ایصالِ ثواب اور فاتحہ کے لیے کھانا پکواتے تھے :

می گفتند کہ روزے بہ روح یکے از فرزندان متوفائے خود طعامے برائے فقرا و درویشان تیار کردہ بودم (حضرات القدس ۱۰۱ مکاشفہ ۱۸ صفحہ ۸)

فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے اپنے مرحوم بیٹوں میں سے ایک کی روح (کو ایصالِ ثواب) کے لیے فقرا اور درویشوں کے واسطے کھانا تیار کرایا تھا۔

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے حضرت خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجری اجمیری علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں حاضری دینے کے لیے اجمیر کا سفر کیا، مزارِ خواجہؒ کے محاذ میں بہت دیر تک مراقبہ میں بیٹھے رہے، پھر اس مراقبے کی کیفیات بیان فرمائیں اور کہا :

حضرت خواجہ اعطاف و الطاف بسیار نمودند و از برکات خاصہ خود ضیافات بہ ظہور آوردند و سخنانِ اسرار درمیان کردند (حضرات القدس ۱۰۵ مکاشفہ ۸۹)

حضرت خواجہ (اجمیریؒ) نے بہت نوازشیں فرمائیں اور اپنی خاص برکتوں سے ضیافت کا اظہار کیا اور راز کی باتیں کیں۔ مکاشفہ ۳۸

اسی زمانے میں حضرت خواجہ خواجگانؒ کے مزار کا سرپوش بدلا گیا تھا جو سال میں ایک بار تبدیل ہوتا ہے، پرانا سرپوش ممتاز مشائخ میں سے کسی کو یا بادشاہِ وقت کو پیش کر دیا جاتا تھا۔ خدامِ درگاہ وہ سرپوش لے کر حضرت مجدد کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اس کا حقدار آپ سے زیادہ کوئی نہیں۔ حضرت نے وہ چادر نہایت ادب سے وصول کی اور فرمایا کہ اس متبرک کپڑے کو ہمارے کفن کے لیے محفوظ رکھو۔ (حضرات القدس ۱۰۵)

حضرت مجددؒ خود فاتحہ دلاتے تھے، فاتحہ کا کھانا تقسیم کراتے تھے، محفلِ فاتحہ کہیں ہو تو اُس میں شرکت کے لیے جاتے تھے۔

سماع و رقص کے بارے میں مجدد صاحبؒ نے فرمایا کہ کبھی بار وجود سے آسایش کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک گروہ سماع و رقص میں خود کو مشغول رکھتا ہے، دوسرا تصنیف و

تالیف میں معروف ہو جاتا ہے (ص ۱۴۲) یعنی سماع و رقص کرنے والوں کو بھی "ضالِ و مُضِل وکافر و مشرک" جیسے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔

حضرت مجددؒ کے فرزند خواجہ محمد صادقؒ کا انتقال اپنے والد کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ مجدد صاحبؒ نے اُن کی قبر پختہ بنوائی اور اُس پر قبہ بھی تعمیر کرایا۔ یہی نہیں اپنا مقبرہ بھی خواجہ محمد صادقؒ کے سرہانے کی طرف اپنی زندگی ہی میں بنوا لیا تھا۔

"ایشان را در قبۂ منورہ کہ آن حضرت قدس سرہ بالائے مزارِ فرزند بزرگوارِ خود امی خواجہ محمد صادقؒ تعمیر فرمودہ بودند، نگاہ داشتند۔	آپ کو اُس نورانی قبے میں جو آپ نے اپنے بڑے فرزند خواجہ محمد صادق کے سرہانے بنوایا تھا، رکھا گیا۔

(حضرات القدس ۲۰۹) ~~۱۹۱~~

جمعہ کے دن درویشوں کے ساتھ خواجہ محمد صادقؒ کے مزار پر حلقہ بھی کرتے تھے (ص ۲۳۲)

اِس سے زیادہ وضاحت سے کچھ لکھنے کا یہاں موقع نہیں۔ اِن شواہد کی روشنی میں تو منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی "ضالِ و مُضِل (یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والے) کافر و مشرک" ہوئے۔

غیرتِ دین بہت اچھی صفت ہے مگر اُس میں بھی شدت اور افراط ہو تو وہ تفریق و انتشار کا سبب بن جاتی ہے اور یہی اُس ہنگامے کا نتیجہ ہوا جو میلاد شریف، عرس، فاتحہ، نذر نیاز وغیرہ کو خلافِ شرع بلکہ شرک بتانے کے نام پر کیا گیا۔

قبر پر نذر ماننے یا اُس کی برکت سے حاجات طلب کرنے کا عمل صدرِ اسلام میں بھی ہو رہا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا تھا، قسطنطنیہ میں مدفون ہیں، ابن سعد نے لکھا ہے:

لقد بلغنی أن الروم یتعاهدون قبرہ ویزورونه ویستسقون به إذا قحطوا (الطبقات ۳/۴۸۵)	مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہلِ روم اُن کی قبر پر منت مانتے ہیں اُس کی حرمت کرتے ہیں اور جب سوکھا پڑے تو اُس کے واسطے سے پانی برسنے کی دعا کرتے ہیں

---

[1] اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث کا انتقال سرف میں ہوا تھا اور وہ اپنے قبے میں مدفون ہوئی تھیں ذالک قبرھا تحت السقیفة (۸/۱۴۰)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ نے کوئی نذر مانی تھی جسے پورا کرنے سے پہلے اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت سعدؓ کے سوال پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَقْضِہٖ عَنْہا (۲/۵۰۰) یعنی تم اُن کی طرف سے ادا کردو۔

جب والدہ کا انتقال ہوا تو حضرت سعدؓ موجود نہیں تھے، وہ آئے تو اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں اپنی ماں کے نام پر کچھ صدقہ وخیرات کردوں تو انھیں اُس کا نفع پہنچے گا؟ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ "ہاں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اُنھوں نے اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کے لیے سبیل لگائی تھی۔ یہ کسی مسجد میں تھی اور اس سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی پانی پیتے تھے (۳/۶۱۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک لنگر خانہ بھی فقرا و مساکین کے لیے قائم کیا تھا (۵/۳۰۸) خانقاہوں میں لنگر خانے کا بھی یہی مقصود ہے۔ اُنھوں نے موت کے وقت یہ بھی وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات (موے مبارک اور ناخن) اُن کے کفن میں رکھے جائیں (۵/۴۰۶)

الواقدی ہمارے محدثین کے نزدیک معتبر راوی نہیں ہے مگر اس کے شاگرد ابن سعد کو محدثین نے بھی عموماً ثقہ مانا ہے اُسے کسی نے کذب سے متہم بھی نہیں کیا ہے۔ اس کی تصنیف الطبقات الکبریٰ سیرۃ، تراجم صحابہ وتابعین اور صدرِ اسلام کی تاریخ کے موضوع پر بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے۔ مناسب ہوگا کہ صرف اسی ایک کتاب سے کچھ جھلکیاں عہدِ تابعین کی دکھادی جائیں۔

نجدی علما نے مکہ اور مدینہ سے تاریخِ اسلام کے سارے آثار مٹادیے ہیں۔ ابن سعد کہتا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں قصی بن کلاب مزدلفہ میں آگ روشن کیا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ "کانت تلک النار توقد علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان" (وہ آگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے تک جلائی جاتی تھی۔ (طبقات ۱/۲، طبع بیروت ۱۹۶۰ء)

آثار مٹانے کے جواز میں وہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے وہ

درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی۔ لیکن اس کا سبب یہ تھا کہ حج کے لیے آنے والوں نے اُس درخت کے نیچے نفل پڑھنا معمول بنالیا تھا حضرت عمرؓ کو یہ خدشہ ہوا کہ اسے کہیں ارکانِ حج میں شامل نہ کرلیا جائے، اور یہ بدعت ہی ہوتی۔ اس ایک مثال کے سوا جو بہت سے آثار محفوظ رکھے گئے اُن کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے:

لقد رأیتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم والحلاقُ یحلقُہ و أطاف بہ أصحابُہ ما یُریدون ان تقع شعرۃٌ إلّا فی ید رَجُلٍ۔ (الطبقات ۱/۱۸۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نائی اُن کے سر کے بال مونڈ رہا تھا اور اصحاب آپ کے چاروں طرف تھے یہ کوشش کر رہے تھے کہ ہر موئے مبارک کسی شخص کے ہاتھ میں گرے۔

موئے مبارک کو بہ طور تبرک محفوظ کر لینے کی اور بھی روایات ملتی ہیں (مثلاً ۳/۵۰۶—۲/۵۳۹)

حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر کی مٹی لوگ بہ طور تبرک لے جاتے تھے (۳/۴۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات محفوظ رکھے تھے اور سفر میں بھی وہ اُن کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عقبہؓ سے روایت ہے:

کان عبد اللّٰہ بن مسعود صاحبَ سوادِ رسولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سرّہٖ و وسادہٖ یعنی فراشہٖ و سواکہٖ و نعلیہ وطہورہٖ وھذا یکون فی السفر۔

(الطبقات ۳/۱۵۳—نیز بخاری (وضوء) ۱۸)

عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات تھے یعنی آپ کا تکیہ اور بچھونا، مسواک، نعلین مبارک، ظرفِ وضو۔ اور یہ چیزیں سفر میں بھی اُن کے ساتھ ہوتی تھیں۔

محمد بن سیرینؒ نے بیان کیا:

لما حجّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حجّۃ الوداع حلق فکان اوّل من قام أخذ شعرہٗ أبو طلحۃ ثم قام الناس فأخذوہ (۳/۵۰۶)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حج (حجۃ الوداع) کیا تو حلق کرایا، اور سب سے پہلے آپ کے موئے مبارک ابو طلحہؓ نے لیے پھر دوسرے لوگوں نے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے موئے مبارک اور تراشے ہوئے ناخن بطور تبرک اصحاب کو عطا فرمائے جو بعد کے زمانے تک محفوظ رہے (۳/ ۵۳۷)

زیارت و اصلاحِ قبور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ مدینہ سے مکہ واپس آتے ہوئے الأبواء کے مقام پر رحلت فرما گئی تھیں وہیں مدفون ہوئیں۔

فلما مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ الحدیبیۃ بالأبواء قال: ان اللہ قد أذن لمحمد فی زیارۃ قبر أمہ، فأتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأصلحہ وبکی عندہ وبکی المسلمون لبکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل لہ فقال: أدرکتنی رحمتھا فبکیتُ۔

(طبقات ۱/ ۱۱۷)

جب عمرہ حدیبیہ کو جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الابواء سے گزرے تو فرمایا اللہ نے محمدؐ کو اجازت دی ہے کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کریں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کے مزار کے پاس آئے، اُس کی مرمت کرائی، اُس کے پاس بیٹھ کر روئے اور آپ کو روتا دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے، جب حضورؐ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ماں کی شفقت محسوس ہوئی اس لیے میں رویا۔

حضرت حمزہؓ کے مزار پر حضرت فاطمہؓ جاتی تھیں اور اُس کی مرمت کراتی تھیں لہ کانت فاطمۃ تأتی قبرہ وترمّہ وتصلحہ (طبقات ۳/ ۱۹)

حضرت عثمان بن مظعونؓ مدینہ میں وفات پانے والے پہلے صحابی تھے اُن کی قبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر رکھا تھا او رعلامت کے لیے: وعندہ شیٔ مرتفع کأنہ علم (اور اس کے پاس کوئی اونچی سی چیز تھی جیسے جھنڈا ہو۔ (۳/ ۳۹۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے قبل ہی البراء بن معرور انصاریؓ کی

لہ شہداء کو آج میدانِ اُحد میں جاکر دیکھیے تو بقول اکبرؔ: مدت سے شہرِ دل کا یہ ویران ہو رہا ہے * جائے نظر جہاں تک میدان ہو رہا ہے کہیں کہیں پتھر کے ٹھیلے رکھے ہوئے ہیں، واقف کار لوگ اُن کی طرف اشارہ کرکے بتاتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ اس جگہ دفن ہیں۔ خود سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہراؓ کا مزار ایک مشت خاک سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ کیسی توحید ہے کہ اپنے بزرگوں کے آثار بھی مٹا دیے جائیں، اسے تو کچھ اور نام دینا چاہیے۔

وفات ہوگئی تھی۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اصحاب کو ساتھ لے کر اُن کی قبر پر گئے، صف بنا کر بیٹھے اور فرمایا: اللّٰھم اغفر لہ و ارحمہ و ارض عنہ وقد فعلت (۳/۲۲۰) مسلمان اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے جمع ہونا بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔

یہ مثالیں اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے عہد کی ہیں جسے خیر القرون کہا جاتا ہے اگر یہ سخت گیر فتوے ہی اصلِ شریعت ہیں تو سابقین کا ایمان اور اعمال سب مشکوک ہو جاتے ہیں۔

قبر پر چادر چڑھانے کو بھی حرام اور ناجائز بتایا جاتا ہے۔ ابراہیم النخعی کی روایت ہے کہ:

انّ النبی علیہ السلام مدّ علی قبرِ سعد ثوبًا او مُدَّ وھو شاھد۔ (طبقات ۳/۴۳۱)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کی قبر پر کپڑا پھیلایا یا کسی اور نے پھیلایا آپ دیکھتے رہے۔

یہ صحیح ہے کہ چادر چڑھانا ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے، مگر اسے حرام کہنا بھی ضرورت سے زیادہ سختی ہے۔

حضرت عبّاد بن عبد اللہ الزبیرؓ کی روایت ہے:

مددنا علی قبرِ عائشۃ ثوبًا وحملنا جریدًا فیہ خرق و دفنّاھا لیلًا بعد الوتر فی شھرِ رمضان (الطبقات ۸/۷۰)	ہم نے حضرت عائشہؓ کی قبر پر کپڑا پھیلایا اور (کھجور کی) شاخیں اٹھائیں جن میں سوراخ تھے انہیں رات کو وتر کے بعد ماہِ رمضان میں دفن کیا

حضرت محمد بن المنکدرؒ کی روایت ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کا انتقال ہوا تو گرمی کا موسم تھا، اُن کی قبر تیار کی جا رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے وہاں شامیانہ لگوا دیا (۸/۱۱۲)۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں الحکم بن ابی العاصؓ کا انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ نے بھی شامیانہ لگوایا، اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں حضرت عثمانؓ نے کہا: لوگ شر کی طرف کتنی جلدی لپکتے ہیں اور ایک دوسرے کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے عمر بن الخطابؓ نے زینبؓ بنت جحش کی قبر پر شامیانہ لگوایا تھا، لوگوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عثمانؓ نے کہا: کیا اُس وقت کسی نے اعتراض کیا تھا، لوگوں نے کہا: نہیں۔

یہ دونوں شامیانے اس غرض سے لگائے گئے تھے کہ قبر تیار کرنے والوں کو موسم کی شدت اور دھوپ سے بچائیں۔ اگر اسی غرض سے مزار پر فاتحہ پڑھنے والوں کے لیے کوئی سایہ کر دیا جائے تو اُس میں کیا قباحت ہے؟

حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر چادر بھی چڑھائی گئی اُس وقت حضرت عمرؓ اور دوسرے کبارِ صحابہ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے (الطبقات ۸/۱۱۳)

بعض بزرگوں کے مزار کو غسل دیا جاتا ہے اس کی قرونِ اولیٰ میں بھی متعدد مثالیں ملتی ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو:

أمَرَ رسولُ اللہ بحجرٍ فوضع عند قبرہ ورُشَّ علیہ الماء (طبقات ۱/۱۴۴) سٹ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اُن کی قبر پر پتھر رکھا جائے اور اُس پر پانی بھی چھڑکا گیا۔

مکّے اور مدینے کی رسم تدفین میں فرق تھا۔ أهلُ مکّة یشقّون وأهلُ المدینة یلحدون (۲/۲۹۵) ابو طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد تیار کی، اور دفن کے بعد قبر پر اینٹیں رکھی گئیں۔ حضرت علی بن حسینؓ سے روایت ہے: نُصِبَ علی لحدہٖ اللبن نصباً (۲/۳۰۰) ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قبر کے اندر ایک سرخ چادر قطیفۃٌ حمراء (۲/۲۹۹) بچھائی گئی جو آپ پہنا کرتے تھے۔ حضرت حسنؓ کی روایت یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اُفرشوا لی قطیفتی فی لحدی فانّ الارضَ لم تُسلّط علی اجسادِ الانبیاء (۲/۳۰۰) میری لحد میں چادر بچھا دینا، زمین انبیاء کے جسموں کے اوپر غالب نہیں آتی ہے۔ دفن کے بعد قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا (۲/۳۰۶) مدفن مبارک اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبریں بھی زمین سے قدرے اونچی بنائی گئیں "جُعِلَ علی قبرہ شیءٌ مرتفعٌ من الارض حتی یُعرف انّہ قبر" (۲/۳۰۶) آج جنت المعلیٰ (مکہ) اور جنت البقیع (مدینہ) میں بیشتر قبریں زمین کے برابر کر دی گئی ہیں۔ مزار پر سرخ کنکریاں ڈالی گئیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں مرمت بھی کی گئی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے ایک جُبّہ نکالا اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبّہ ہے جسے آپ پہنا کرتے تھے، آپ کے انتقال کے بعد یہ حضرت عائشہؓ کے پاس رہا، حضرت عائشہؓ کی وفات ہوئی تو میں نے اُسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ جب کوئی مریض ہوتا تھا

سٹ طبقات ابن سعد اردو صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ نفیس اکیڈمی

تو ہم اِس کا دھوون اُسے پلاتے تھے (طبقات ۱/۴۳۷) آپؐ کا لباس اور حضرمی چادر بھی مدت تک محفوظ رہی جسے خلفاء عیدین کے دن پہنا کرتے تھے (۱/۴۵۸) حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مبارک محفوظ رکھے تھے (۱/۴۸۰) یہ سنہ ۱۱۰ھ یعنی تقریباً سو برس بعد بھی فاطمہ بنت عبید اللہ بن عباسؓ کے پاس محفوظ تھے (۱/۴۹۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس تھا جسے اپنے ہاتھ میں لے کر وہ جمعہ اور عیدین کے خطبے پڑھتے تھے (۵/۲۶)

یہ اعتراض بہت عام اور فرسودہ ہے کہ صدرِ اسلام میں نہ تصوف تھا نہ صوفی تھے۔ اس کے جواب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ ہی کافی ہوگا۔ حضرت مالک بن انسؒ کی روایت ہے:

"كان زياد (بن ابي زياد) مولى ابن عياش رجلاً عابداً معتزلاً لا يزال يكون وحده يذكر الله وكانت فيه لكنة وكان يلبس الصوف ولا يأكل اللحم" (۵/۳۰۵)

زیاد بن ابی زیاد مولیٰ ابن عیاش عبادت گزار خلوت نشین اور تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والے شخص تھے اُن کی زبان میں لکنت تھی۔ صوف کا لباس پہنتے تھے اور گوشت نہیں کھاتے تھے۔

۲

حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات منبع برکات اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی اُن کی مبارک زندگی کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ وہ پارس کے پتھر کی سی تاثیر رکھتے تھے، جسے اُن کی خدمت نصیب ہوگئی وہی کندن بن گیا اُن کی ذات سے چشتی صابری امدادی سلسلہ طریقت کا فیضان ہندوستان سے باہر حجاز، ترکی اور شمالی افریقہ تک پہنچا۔ برصغیر پاک و ہند میں سیکڑوں مشائخ اور علماء کو اُن سے روحانی فیض حاصل ہوا۔ اُن باکمال خلفاء اور مسترشدین نے علوم ظاہری اور تربیت باطنی دونوں میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

نسب اور خاندان

حضرت حاجی صاحبؒ کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (اترپردیش) ہے۔ اُن کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ محمد امینؒ تھا، والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینیؒ (متوفیہ ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) بنت شیخ علی محمد صدیقی تھیں، جو قصبہ نانوتہ (ضلع سہارنپور) سے تعلق رکھتی تھیں۔

حاجی صاحب کا نسب ددھیال کی طرف سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور ننھیال کی جانب سے خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ [1]

ولادت

حضرت حاجی صاحبؒ چہارشنبہ ۲۲ صفر المظفر ۱۲۳۳ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۸۱۷ء کو اپنے ننھیال (نانوتہ) میں پیدا ہوئے [2] والد ماجد نے اپنے فرزند کا نام امداد حسین رکھا تھا۔

---

[1] امداد المشتاق (مرتبہ: نشار احمد فاروقی، ۱۹۸۰ء) ص ۹
حضرت کے شجرے میں ۱۵ ویں پشت میں فرخ شاہ کابلی کا نام بھی آتا ہے۔ رسالہ الحق (تھانہ بھون) (رمضان، شوال ۱۳۲۳ھ/ اپریل، مئی ۱۹۰۵ء) میں فرخ شاہ کے نسب پر بحث کی گئی تھی اور اس کے سلسلے میں حضرت ابراہیم ادہم کا نسب ثابت کیا گیا تھا۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ (ف ۶۰۰ھ) اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ) کا شجرہ نسب بھی اوپر جا کر مل جاتا ہے۔ شجرے کے ناموں کی ترتیب یا تعداد میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس پر بہت اچھی عالمانہ تحقیق حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف مقامات خیر میں کی ہے۔

[2] حیات امداد میں ۱۲۳۳ھ کو مطابق ۱۸۱۷ء لکھا ہے جو غلط ہے۔ ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ کو ۳۱ دسمبر ۱۸۱۷ء یا یکم جنوری ۱۸۱۸ء کے مطابق ہونا چاہیے۔ دن بھی دوشنبہ نہیں، چہارشنبہ یا پنجشنبہ ہوگا۔

بعد کو حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (ف ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) نے تبدیل کر کے امداد اللہ تجویز کیا۔ ظفر احمد آپ کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۳۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔
حاجی صاحبؒ کے دو بڑے بھائی ذوالفقار علی اور فدا حسین تھے، ایک بھائی بہادر علی اور ایک ہمشیرہ وزیر النسا ان سے چھوٹی تھیں۔

تعلیم

ابھی آپ سات سال کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)۔ انھوں نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ اس تیسرے بچے پر سختی اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے، پڑھنے کے لیے بھی مارا نہ جائے۔ اُن کی وصیت کا پاس کرتے ہوئے کسی نے حضرت کی تعلیم کے لیے زیادہ سختی نہیں کی۔ آپ نے عربی فارسی کی ابتدائی درسی کتابیں اپنے وطن میں ہی پڑھیں، پھر قرآن شریف حفظ کیا، اور کچھ درسی کتابیں پڑھیں، مگر تعلیم ادھوری رہ گئی اس لیے کہ خدا کو اُن کی ذات میں علم لدنی کا جمال دکھانا تھا آپ نے مثنوی مولانا روم کا درس حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے نواسے اور شاگرد شاہ عبدالرزاق جھنجھانویؒ (متوفی ربیع الاول ۱۲۹۲ھ اپریل ۱۸۷۵ء) سے لیا، پھر خود حاجی صاحبؒ نے مدت العمر طلبہ کو مثنوی مولانا روم کا درس دیا اور اس کی شرح میں ایسے ایسے نکتے بیان فرماتے تھے جو ایک صاحب حال کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔ اُن کی لکھی ہوئی شرح مثنوی مطبع نامی کانپور سے چھپی بھی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی شرح 'کلید مثنوی' میں جابجا حاجی صاحبؒ کے بیان کردہ نکات درج کر دیے ہیں۔

اپنی تعلیم کے بارے میں خود فرماتے تھے: "بھائی ہم نے ایک باب اور دیباچہ گلستاں کا اور ایک باب بوستاں کا اور کچھ مفید نامہ اور کچھ دستور المبتدی اور چند ورق زلیخا کے پڑھے تھے اور حصن حصین مولوی قلندر سے پڑھی بعد میں شوق ورد و وظائف کا ہوا۔"

قرآن شریف کا حفظ ختم کرنے میں بھی کچھ رکاوٹ آتی رہی اور اس کی تکمیل ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں ہو سکی [1]۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء کے لگ بھگ کسی زمانے میں آپ مولوی مملوک العلی (ف ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ/ ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۱ء)

---

[1] امداد المشتاق میں لکھا ہے: "کچھ ایسے موانع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ کی نہ پہنچی، یہاں پہنچ کر بہ توفیق الٰہی (۱۲۵۸ھ/۴۲-۱۸۴۳ء) بارہ سو اٹھاون ہجری میں چند دنوں میں بیہاں اس کی تکمیل ہو گئی۔" (ص ۹)
اور لفظ "یہاں" پر حاشیہ لکھا ہے: یعنی کہ مکہ معظمہ میں۔
مگر اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے کہ "پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ بارہ سو اکسٹھ ہجری کو بمقام بندر لیس کو ←

کے ہمراہ دہلی آئے اور یہاں بعض اساتذہ سے چند نصابی کتابیں پڑھیں۔ رسالۂ تکمیل الایمان (مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) کا درس مولوی رحمت علی تھانوی سے لیا، کچھ دنوں تک مشہور خطاط میر محمد پنجہ کش دہلوی (شہادت ۱۸۵۷ء) سے خوشنویسی بھی سیکھی تھی۔

اٹھارہ اُنیس سال کی عمر میں حدیث شریف کے مطالعے کا ذوق پیدا ہوا تو مشکوٰۃ کا ایک چوتھائی حصہ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے پڑھا۔ اُن سے ہی کافیہ کا درس بھی لیا۔ فقہ میں حصن حصین اور فقہِ اکبر مولانا عبدالرحیم نانوتویؒ سے پڑھیں۔

کتابی علم تو حضرت کا بس اتنا ہی تھا مگر قرآنی آیات، احادیث، مثنوی مولانا روم کے اشعار اور وحدت الوجود کے مسائل کی تشریح نیز سلوک کی اصطلاحوں کی تشریح میں ایسے چٹکلے اور لطیف نکتے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے عالموں کو حیرت ہوتی تھی۔ ایک بار مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سامنے کسی نے کہہ دیا کہ "حاجی صاحب عالم تو نہیں تھے۔" مولانا نانوتوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: "عالم کیا ہوتا ہے؛ وہ عالم گر تھے۔"

حاجی صاحبؒ کا نام ہی سن کر مولانا اشرف علی تھانویؒ وجد میں آ جاتے تھے۔ ایک بار کسی نے پوچھا: "آخر حاجی صاحب کے پاس کیا ہے جو لوگ علماء کو چھوڑ کر اُن کی خدمت میں جاتے ہیں۔" مولانا تھانویؒ نے کہا: "ہمارے پاس الفاظ ہیں اور وہاں معانی ہیں۔"

ابھی آپ کی تعلیم پوری نہ ہوئی تھی کہ طبیعت کا میلان سلوک و تصوف کی طرف ہوا اور آپ نے شاہ نصیرالدین نقشبندیؒ کے ہاتھ پر سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کر لی۔ انھیں حضرت شاہ محمد آفاق مجددی نقشبندیؒ سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ وہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے شاگرد اور داماد ہیں۔ شاہ محمد اسحاق حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں۔

راہِ سلوک میں

حاجی صاحبؒ نے شاہ نصیرالدینؒ کی خدمت میں رہ کر کچھ دنوں تک سلسلۂ نقشبندیہ کا سلوک طے کیا۔ مگر ابھی روحانی تشنگی باقی تھی اور تکمیلِ سلوک کا تقاضا طبیعت میں موجود تھا۔ ایک رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت

(مسلسل) بندر جدہ کے بے جہاز سے اترے...... اور حج ادا کر کے حج بجا لائے" (ص ۱۱) اس سے ظاہر ہے کہ پہلا سفر حجاز ۱۲۶۱ھ میں ہوا تھا۔ اگر تکمیل حفظ حجاز میں ہوئی تو اس کا سنہ ۱۲۶۲ھ ہونا چاہیے۔ حیات امداد (ص ۱۰) میں تکمیل حفظ کا سنہ ۱۲۵۸ھ لکھا ہے جو درست نہیں۔

مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں پہنچ گئے ہیں، مگر رعب ایسا غالب ہے کہ قدم نہیں اٹھ رہے ہیں۔ اُس وقت آپ کے جدِّ امجد حافظ بلاقی صاحبؒ تشریف لائے ہیں اور انھوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں پیش کر دیا ہے۔ آں حضرتؐ کے پاس میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ حاضر ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاجی صاحبؒ کو اُن کے حوالے کر دیا ہے۔

اُس وقت تک آپ نے میاں جی نور محمدؒ کو دیکھا بھی نہ تھا، نہ اُن کی شخصیت سے کوئی تعارف تھا۔ کئی سال تک اِسی کشمکش میں رہے کہ وہ شخصیت کون تھی جس سے بیعت کرنے کا خواب میں اشارہ ملا تھا۔

میاں جی نور محمدؒ کی خدمت میں

جس زمانے میں آپ مولانا محمد قلندرؒ جلال آبادی کی خدمت میں جایا کرتے تھے، انھوں نے ایک دن فرمایا تھا کہ قریب ہی موضع لوہاری میں میاں جی نور محمد ہیں، اُن سے ملو تو شاید تمھارا مقصود حاصل ہو جائے۔ آپ پیدل ہی لوہاری کی طرف روانہ ہو گئے اور اُس مسجد میں پہنچے جہاں میاں جی نور محمد بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ جیسے ہی اُن کے چہرۂ مبارک پر نظر پڑی آپ کو اپنے خواب کی تعبیر سمجھ میں آگئی، فوراً اُن کے قدموں میں گر پڑے۔ میاں جی نے دونوں ہاتھوں سے آپ کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور بس اتنا کہا: "تمھیں اپنے خواب پر پورا یقین ہے؟"

میاں جی نور محمد جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) میں ۱۲۰۱ھ/ ۸۷-۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ حضرت شاہ عبد الرزاق علوی جھنجھانوی شاہ العالمینؒ (متوفی ۲۲-ذی الحجہ ۹۴۹ھ/ ۳۱ مارچ ۱۵۴۳ء) کی نویں پشت میں ہیں۔ میاں جی کے والد جمال محمد میاں علوی ایک متوسط درجے کے زمیندار تھے۔ میاں جی نے بچپن ہی میں قرآن شریف حفظ کیا۔ آغازِ شباب میں تحصیلِ علم کے لیے دہلی کا سفر کیا۔ مگر اس کا علم نہیں کہ وہاں کون سی کتابیں پڑھیں اور کن علماء سے استفادہ کیا۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ اُس وقت حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (ف ۱۲۳۹ھ/ ۲۴-۱۸۲۳ء) کی مسند درس آراستہ تھی اور اُن کے افادۂ علمی کا ہر طرف غلغلہ تھا، آپ بھی اُن کے حلقۂ درس سے وابستہ رہے ہوں گے۔

لے برائے تفصیل: نسیم احمد علوی: نور محمدی (شائع کردہ مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ)

دہلی میں میاں جی پیپل والی مسجد میں رہتے تھے جس کا محل وقوع زینت المساجد (دریا گنج دہلی) کے قریب بتایا گیا ہے۔ دہلی سے واپس آنے کے بعد آپ نے قصبہ لوہاری کی ایک مسجد میں بیٹھ کر بچوں کو قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم دینا شروع کیا۔ اس کے لیے آپ کو دو روپے ماہانہ معاوضہ ملتا تھا اور دونوں وقت کا کھانا ایک متمول خاتون اقبال بیگم کے گھر سے آتا تھا جمعہ کا دن آپ جھنجھانہ جا کر اپنے گھر میں گزارتے تھے جو محلہ پیرزادگان متصل نیلا حوض میں چشتی مسجد کے قریب واقع تھا۔

میاں جی نور محمد کو حضرت شاہ عبدالرحیم فاطمی ولایتیؒ[1] (شہادت: ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ / ۶ مئی ۱۸۳۱ء) سے بیعت تھی لے انھیں قیوم زمانی حضرت خواجہ شاہ عبدالباری چشتی امروہویؒ (ف ۱۱۔ شعبان ۱۲۲۶ھ / ۳۰ اگست ۱۸۱۱ء مدفن امروہہ) سے اجازت تھی اور حضرت شاہ عبدالباریؒ اپنے دادا حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی چشتی امروہویؒ (ف ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ / ۱۸ اکتوبر ۱۷۷۶ء یوم جمعہ) کے خلیفہ اور پہلے سجادہ نشین تھے۔

میاں جی نور محمد پستہ قد، دبلے پتلے تھے، رنگ گندمی تھا، آنکھیں اوسط درجے کی تھیں، نیلا تہبند باندھتے تھے، گیروا کرتا پہنتے تھے، دوپلی ٹوپی تھی۔ لوہاری سے جھنجھانے کا سفر عموماً گھوڑی پر بیٹھ کر ہوتا تھا۔

حاجی صاحبؒ نے میاں جی کی خدمت میں رہ کر خاص طور پر سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے سلوک کی تکمیل کی دوسرے سلاسل کی بھی عمومی اجازت ملی مگر سلسلہ چشتیہ صابریہ کی خلافت و

---

[1] حضرت حاجی عبدالرحیم فاطمی کو خانقاہ بادو دیا امروہہ سے نامزد کر کے سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی تحریک جہاد میں شرکت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ پنجاب علاقہ بالاکوٹ میں جہاد کرتے ہوئے سید احمد رائے بریلویؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ سے میاں جی کی ملاقات دہلی میں ہوئی ہوگی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا:

"مومن خاں صاحب مومن دہلوی مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث پڑھ رہے تھے۔ تذکرہ اکابرین کا آگیا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا، اب کوئی ایسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ "پرسوں ہمارے اس فلاں بچے کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آئے گا، وہ مرد کامل ہے، اور سمت اور وقت بھی متعین کر دیا۔ ہم لوگ روز موعودہ میں زینت المساجد میں کہ کنارے جمنا کے واقع ہے ان کے اشتیاق میں بیٹھے تھے۔ وقت مقررہ پر دریا کے کنارے اس بچے کے ایک بزرگ نمودار ہوئے اور سب ان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہ بزرگ شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ تھے۔

اجازتِ خاصّہ مرحمت فرمائی۔
خلافت دیتے ہوئے میاں جی نے (بطورِ امتحان) پوچھا "کیا چاہتے ہو؟ تسخیر یا کیمیا؟ جو تمھیں مطلوب ہو وہ دوں" حاجی صاحبؒ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا "حضرت میں نے آپ کا دامن دنیا کی طلب میں نہیں، خدا کی تلاش کے لیے تھاما ہے، وہی میرے لیے بس ہے" میاں جی بہت خوش ہوئے، بلند ہمتی کی داد دی اور آپ کے لیے بہت سی دعائیں دیں۔
میاں جی نور محمدؒ کا انتقال چہار شنبہ ۴۔ رمضان ۱۲۵۹ھ / ۲۷ ستمبر ۱۸۴۳ء کو ہوا۔ ان کے دوسرے ممتاز خلیفہ حضرت حافظ محمد ضامنؒ ہیں جو ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ / ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حکیم ضیاء الدین انصاریؒ ساکن رامپور منہیاران (ف ۲۸ رمضان ۱۳۱۲ھ / ۱۲ مارچ ۱۸۹۶ء) مصنّف رسالہ "مونسِ مہجوراں" کو حافظ صاحب سے ہی بیعت و اجازت تھی۔

مرشد کے بعد

میاں جی نور محمدؒ کے انتقال کے بعد آپ پر وحشت کا غلبہ ہوا اور آبادی سے دور ویرانوں میں رہنے لگے کچھ زمانہ پنجاب کے جنگلوں میں گزارا جہاں کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ اسی زمانے میں بہت سے اَسرار بھی آپ پر مکشوف ہوئے اور بزرگانِ سلسلہ سے بشارتیں بھی ملیں۔ ایک دن آپ نے مراقبے کی حالت میں خواجۂ خواجگاں حضرت معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ (ف ۶۳۳ھ) کو دیکھا کہ فرماتے ہیں "ہم نے تمھارے ہاتھوں سے زرِ خطیر کا خرچ مقرر کیا ہے" یہ سن کر حاجی صاحبؒ رونے لگے اور عرض کیا کہ "میں نے آپ کے مبارک قدم اس لیے نہیں پکڑے ہیں اور میں اِس ذمہ داری کے تحمل کی طاقت بھی نہیں رکھتا، مجھے تو آپ کے معارف کا ایک ذرّہ بھی عطا ہو جائے تو وہی کافی ہے" حضرت خواجہؒ نے تسلی دی اور فرمایا کہ "تمھاری کوئی دنیوی حاجت بند نہ رہے گی"۔
اُسی دن حاجی صاحبؒ مولانا قطب علی جلال آبادیؒ کی والدہ ماجدہ کی فاتحہ میں تشریف لے گئے تو وہ بہت اخلاق سے پیش آئے اور اپنا خواب بیان کر کے مبارک باد دی جس میں خواجگانِ چشت نے حاجی صاحبؒ کے حق میں ایسی ہی بشارت دی تھی۔

پہلا سفرِ حج

صحرا نوردی اور جذب کی یہ کیفیت تقریباً چھ ماہ تک طاری رہی[1] (۱۲۵۹ ہجری/ ۱۸۴۳ء) اسی زمانے میں آپ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آں حضرتؐ نے فرمایا: تم ہمارے پاس آؤ۔ آنکھ کھلی تو مدینہ طیبہ دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ زادِ راہ کی فکر کیے بغیر آپ سفرِ حجاز پر روانہ ہو گئے۔ ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ/ ۲۴ دسمبر ۱۸۴۵ء کو جمعرات کے دن بندر لیس پر جہاز سے اُترے جو بندر جدہ کے پاس واقع ہے یہاں سے سیدھے میدانِ عرفات کی طرف گئے اور سب ارکانِ حج ادا کیے۔

ان دنوں مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکیؒ اور مولانا سید قدرت اللہ بنارسیؒ بھی مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ ان حضرات سے علمی و روحانی استفادہ کیا۔ مولانا محمد اسحاقؒ نے فرمایا کہ فی الحال مصلحت یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی زیارت کر کے ہندوستان واپس چلے جاؤ پھر ان شاء اللہ تمام تعلقات قطع کر کے یہاں آؤ گے۔ آپ کو مولانا قدرت اللہ بنارسی نے اپنے بدوی مریدوں کی نگرانی میں مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے روانہ کیا۔

مدینہ منورہ میں آپ کی ملاقات شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی اور شاہ گل محمد خان رامپوری سے بھی ہوئی۔ اسی سفر میں آپ نے زید زین الدینؒ سے حزب البحر کی اجازت حاصل کی۔ آپ کے نقل کردہ نسخہ حزب البحر پر یہ عبارت درج تھی:

اجازت این حزب البحر از زید زین الدین بن محمد از اولاد حضرت خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ بتاریخ ہفدہم ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ روز یکشنبہ بمقام مختار سیدہ گرفتہ شدہ است۔

اس حزب البحر کی اجازت زید زین الدین بن محمد سے جو خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ کی اولاد میں ہیں ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ روز یکشنبہ کو مختار کے مقام پر جا کر حاصل کی گئی ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے پہلے حج کی تاریخ کے تعین میں خاصا التباس ہوا ہے۔ اجازت حزب البحر کی یہ تحریر خود حاجی صاحب کے قلم سے ہے اور تقویم سے بھی ثابت ہے کہ

---

[1] جذب اور صحرا نوردی کی یہ روایت امداد المشتاق میں درج ہوئی ہے۔ اگر یہ کیفیت میاں جی نور محمدؒ کے وصال کے بعد پیدا ہوئی تو رمضان ۱۲۵۹ھ سے ربیع الاول ۱۲۶۰ھ تک چھ ماہ کی مدت پوری ہوتی ہے اور ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ میں آپ حجاز مقدس میں موجود ہیں جیسا کہ حزب البحر کی اجازت سے ظاہر ہوتا ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ سفر حجاز ۱۲۶۱ھ میں نہیں بلکہ تقریباً ربیع الاول ۱۲۶۰ھ میں ہوا ہوگا۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ کو اتوار کا دن تھا (مطابق ۵ مئی ۱۸۴۴ء) مگر امداد المشتاق میں لکھا ہے
کہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو بندر لیس پر اترے اور سیدھے میدانِ عرفات کی جانب گئے۔

(۱) اگر ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ میں حجاز مقدس پہنچے تو ۱۲۶۰ھ میں اجازت حزب البحر کیسے مل گئی؟

(۲) اگر ۱۲۶۰ھ کو صحیح مانا جائے تو آپ ربیع الثانی میں حجاز پہنچ چکے تھے۔ حج اس کے آٹھ ماہ کے بعد ہوا ہوگا۔ یہ آٹھ ماہ آپ نے مکۂ معظمہ میں گزارے۔ اندریں صورت یہ صحیح نہیں کہ بندر لیس پر اتر کر سیدھے میدان عرفات کی جانب چلے گئے۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ / ۲۶ دسمبر ۱۸۴۳ء کو آپ بندر لیس پر اترے ہوں اور اس سال کے حج میں شرکت کی ہو، پھر واپسی کے وقت حزب البحر کی اجازت حاصل کی (۱۲۶۰ھ) اسی سال ہندوستان کو واپسی ہوئی اندریں صورت یہ بیان غلط ہو جاتا ہے کہ آپ کی واپسی ۱۲۶۲ھ میں ہوئی۔

چند ممتاز خلفاء

بہر حال یہ ثابت ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے سفر حج سے واپسی کے بعد بیعت لینا شروع کیا۔ اسی زمانے میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۳ھ) مرید ہوئے اور خلافت و اجازت حاصل کی۔ ان کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ) نے بیعت کی۔

دوسرے ممتاز علماء اور صوفیہ اور مشائخ سلسلہ جن کو حاجی صاحبؒ سے بیعت و اجازت کی سعادت نصیب ہوئی اُن کی ایک نہایت سرسری فہرست یہ ہے[1]:

(۱) الحاج مولانا انوار اللہ خان فضیلت جنگؒ (بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد و اُستادِ والیِ حیدر آباد)
(۲) مولانا عبد السمیع بیدلؒ رامپوری (ف محرم ۱۳۱۸ھ / یکم مئی ۱۹۰۰ء مدفن میرٹھ)
(۳) مولانا صوفی محمد حسین چشتی الٰہ آبادیؒ (ف رجب ۱۳۲۲ھ / ۱۸ ستمبر ۱۹۰۴ء مدفن اجمیر)
(۴) حضرت صوفی مہر علی شاہ چشتی نظامیؒ (گولڑہ، پاکستان) ف ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ / ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء
(۵) حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی (پھلواری، بہار) ف ۱۴ صفر ۱۳۵۴ھ / ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء

---

[1] امداد المشتاق (مرتبہ شاہ احمد فاروقی) کے مقدمہ میں حاجی صاحب کے ممتاز خلفاء و مجازین کی فہرست دی گئی ہے۔ مکمل تو وہ بھی نہیں ہے مگر قدرے مفصل ہے۔ اس سے رجوع کیا جائے۔

(۶) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ/ ۵ فروری ۱۸۸۷ء)

(۷) مولانا احمد حسنؒ کانپوری (ف ۱۳۲۲ھ/ ۰۴–۱۹۰۵ء)

(۸) مولانا اشرف علی تھانویؒ (ف ۱۶؍ رجب ۱۳۶۲ھ/ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء چہارشنبہ)

(۹) مولانا محمود حسنؒ دیوبندی (ف ۱۸؍ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

(۱۰) مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (ف ۳؍ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ / ۲۱؍ دسمبر ۱۸۸۴ء مدفن نانوتہ)

(۱۱) مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ (ف ۱۳۳۰ھ/ ۱۸؍ مارچ ۱۹۱۲ء مدفن امروہہ)

(۱۲) حکیم ضیاء الدین انصاریؒ (ولادت ۲۷؍ رمضان ۱۲۴۲ھ/ ۲۳–اپریل ۱۸۲۷ء وفات ۲۸ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۲ مارچ ۱۸۹۶ء/ مدفن رامپور منیہاران ضلع سہارنپور) لے

(۱۳) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ/ ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء پنجشنبہ مدفن دیوبند)

(۱۴) مولانا کرامت اللہ دہلویؒ (ف ۱۹۲۸ء) مدفن درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ

(۱۵) مولانا محمد افضل ولایتیؒ (مدفن آگرہ) ف ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ/ ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء

(۱۶) مولانا محی الدین خاطر میسوریؒ

(۱۷) مولانا محی الدین مراد آبادیؒ ف ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ/ مئی ۱۹۲۹ء - مدفن مراد آباد

(۱۸) مولانا محمد حسنؒ پانی پتی

(۱۹) مولانا عبد الرحمٰن صدیقی سہروردیؒ (ف ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ/ ۳ مئی ۱۹۴۸ء مدفن امروہہ)

(۲۰) مولانا محمد شفیع نورنگ آبادیؒ

(۲۱) مولانا صفات احمد غازی پوریؒ

(۲۲) مولانا محمد یوسف تھانویؒ (فرزند حافظ محمد ضامنؒ شہید)

(۲۳) مولانا عنایت اللہ مالویؒ (ف ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء مدفن بمبئی)

(۲۴) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف: ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء)

لے مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ کے ایک خط موسومہ حضرت مولانا عبد الغنی پھلاودیؒ (ذ ۵ رذی قعدہ ۱۳۱۳ھ) میں ہے "حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے یکم شوال کو انتقال فرمایا" (مکتوبات مشاہیر العلماء مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی ص ۱۰۲) مگر بظاہر مولانا احمد حسن کو اطلاع دیر میں ملی ہوگی۔ صحیح تاریخ وہی ہے جو ہم نے درج کی ہے۔

(۲۵) مولانا امیر حمزہؒ دہلوی (ف ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء)

(۲۶) مولانا ذوالفقار علی بریلویؒ ف ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء مدفن دیوبند

(۲۷) حاجی عابد حسین دیوبندیؒ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ/ ۲۷ نومبر ۱۹۱۳ء

جہادِ شاملی میں شرکت

حضرت حاجی صاحبؒ کو ابتدا سے ہی راہِ خدا میں جہاد کرنے کی آرزو تھی۔ یہ اُس زمانے کے حالات اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے غلبہ کا اثر تھا کہ دینی غیرت و حمیت رکھنے والے جہاد فی سبیل اللہ کی تمنا کرتے تھے۔ عام مسلمانوں کے دل میں سلگنے والی اِس چنگاری کو ایک معمولی سے واقعہ نے شعلہ بنا دیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی سے برطانوی سامراج کے خلاف اہلِ ہند کی پہلی جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک اتنی منظم نہ تھی جتنی ہونی چاہیئے تھی مالی وسائل اور جدید آلاتِ حرب کا فقدان بھی تھا، مگر انگریزوں کے خلاف نفرت کی یہ آگ اچانک اور دور دور تک پھیل گئی۔ میرٹھ سے ملا ہوا ضلع مظفر نگر ہے، وہاں بھی علمِ بغاوت بلند ہوا۔ تھانہ بھون، گنگوہ، شاملی وغیرہ قصبات میں مجاہدوں نے اپنی حکومت قائم کرلی۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے شاملی (ضلع مظفر نگر) کے معرکے میں عملی حصہ لیا۔ آپ کو اس وقت تک بندوق چلانے کی مشق بھی نہیں تھی، اُس زمانے کی بندوق بھی خاص وضع کی تھی جسے ٹھونک کر بھرا جاتا تھا۔ حاجی صاحبؒ نے پہلی بار بندوق چلائی تو اُس کی آواز سے بیہوشی طاری ہوگئی تھی، مگر جہاد کا جذبہ ایسا قوی تھا کہ آخر تک میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے۔

روپوشی

شاملی کے اِس معرکے میں حافظ محمد ضامن تھانوی ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ/ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو شہید ہوئے[1]۔ ۱۸۵۷ء کی یہ تحریک آزادی ناکام ہوگئی اور راجدھانی دہلی پر انگریزوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا تو دار و گیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت حاجی صاحبؒ اِس

---

[1] شاملی کے جہاد کی کچھ تفصیل تذکرۃ الرشید کی جلد اول میں ملے گی۔
حافظ محمد ضامن شہید کے حالات میں منظوم رسالہ "مونس مہجوراں" اُن کے مرید حکیم ضیاء الدین انصاریؒ نے لکھا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے کتب خانے میں محفوظ تھا، اسے محترم مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے دریافت کیا اور رسالہ "تذکرہ" دیوبند (نومبر ۱۹۶۱ء) میں اس پر تعارفی مضمون لکھا تھا۔ پھر یہ رسالہ اپنے مقدمے کے ساتھ مولانا امداد صابری مرحوم نے "سردار شہیداں" کے نام سے چھاپا۔ (اگست ۱۹۸۲ء)

زمانے میں روپوش ہوگئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنا نام خورشید حسین رکھ لیا تھا (یہ اُن کا تاریخی نام بھی ہے) وہ انبیا، گمتھلا، لاڈوہ، پنجلاسہ وغیرہ مقامات پر چھپے رہے۔ حاجی صاحبؒ انبالہ، ہنگری وغیرہ ہوتے ہوئے پنجلاسہ میں اپنے پیر بھائی راؤ عبداللہ خاں کے ڈیرے میں جاکر مقیم ہوگئے۔ حاجی صاحب کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے، اُنھیں گرفتار کرانے والے کے لیے انعام کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔ کسی مخبر نے ضلع کلکٹر کو پرچہ دیا کہ حاجی صاحبؒ راؤ عبداللہ خاںؒ کے اصطبل میں چھپے ہوئے ہیں۔ کلکٹر چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر خود راؤ صاحب کے ڈیرے پر پہنچا۔ راؤ صاحب سمجھ گئے کہ معاملہ نازک ہے، خون خشک ہوگیا اور اس صدمے سے دل بیٹھ گیا کہ اب حاجی صاحبؒ میرے گھر سے ہتھکڑیاں پہن کر رخصت ہوں گے۔ مگر اُنھوں نے خود کو سنبھالا، چونکہ اُس علاقے کے بڑے رئیس اور زمیندار تھے حکام سے بھی واقفیت رکھتے تھے، اُنھوں نے کلکٹر کو بڑے تپاک سے بٹھایا اور پوچھا: کیسے تکلیف کی؟ کلکٹر نے بہانہ بنایا کہ ہم نے سنا تھا آپ کے اصطبل میں ایک بہت اعلیٰ نسل کا گھوڑا آیا ہے، ہم نے سوچا کہ آپ کو تکلیف دینے کی بجائے ہم خود ہی جاکر دیکھ لیں۔

یہ کہہ کر انگریز کلکٹر نے اصطبل کا رخ کیا۔ حاجی صاحبؒ ایک حجرے میں، جس میں بھُس بھرا ہوا تھا، ایک طرف وضو کر کے چوکی پر بیٹھے چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کلکٹر نے اسی حجرے کے پاس جاکر یہ کہتے ہوئے کواڑوں پر لات ماری کہ "راؤ صاحب اس میں کیا ہے؟" راؤ صاحب نے کہا: "اس میں مویشیوں کا چارہ رہتا ہے۔"

اُس نے دیکھا تو چوکی خالی پڑی تھی۔ پوچھا: "یہاں یہ چوکی کیسی ہے؟" کہنے لگے: "نماز پڑھنے کے لیے ہے" اُس نے پھر کہا: "نماز تو مسجد میں یا گھر میں پڑھی جاتی ہے۔ یہاں بھُس کی کوٹھری میں نماز کیسی؟"

راؤ صاحبؒ نے جب دیکھا کہ حاجی صاحبؒ وہاں موجود نہیں ہیں تو ذرا جان میں جان آچکی تھی، لہجے میں بھی زور پیدا ہوگیا تھا، کہنے لگے: "مسجد میں فرض نمازیں ادا کی جاتی ہیں، نفل نمازیں خلوت ہی میں پڑھی جاتی ہیں" کلکٹر نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، پھر واپس جاتے ہوئے کہنے لگا: "ہم اتنی دور سے گھوڑوں کی شہرت سن کر آئے تھے مگر کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ خیر آپ کا شکریہ۔"

حجاز کو ہجرت

اس واقعے کے بعد حاجی صاحبؒ نے سوچا ایسا نہ ہو اُن کی وجہ سے کسی مخلص کی عزت پر آنچ آئے اب وہ پنجلاسہ سے نکلے، پنجاب کی درگاہوں میں حاضری دیتے ہوئے پاک پتن میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ (ف محرم ۶۷۰ھ) کے دربار میں آئے، یہاں سے سندھ کی درگاہوں کا رخ کیا اور کراچی بندر تک پہنچ گئے، جہاز تیار تھا، اُس میں بیٹھ کر مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ (۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء)

مکہ معظمہ میں قیام

مکہ معظمہ میں شروع میں چند سال تک جبلِ صفا پر اسماعیل سیٹھ کے رباط میں ایک خلوت میں معتکف رہے پھر محلہ حارۃ الباب کے ایک مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں کبھی شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ (ف ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) بھی رہ چکے تھے[1]

یہ زمانہ سخت عسرت اور عزلت میں گزارا۔ کبھی کبھی صحنِ حرم میں علماء و شیوخ کے ساتھ صحبت رہتی تھی جن میں شیخ یحییٰ پاشا داغستانی مجددی، شیخ فاسی شاذلی، شیخ ابراہیم رشیدی، شیخ احمد دحلان کی وغیرہ ممتاز حضرات شامل ہیں۔

عبادات و مراقبہ و مجاہدات کے علاوہ حضرت حاجی صاحبؒ کتبِ تصوف کا بھی برابر مطالعہ کرتے تھے مثنوی مولانا رومؒ سے خصوصی شغف تھا اور اُس کا درس بھی دیتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے درسِ مثنوی شریف میں جو نکات زبانِ شیخ سے سنے تھے اُنھیں ان کی تالیف "کلیدِ مثنوی" عبارت ہے۔

انتقال کے بعد آپ کے کچھ تبرکات اور ذخیرۂ کتب کا ایک حصہ مدرسہ صولتیہ کے کتب خانے میں محفوظ رہا۔[2]

---

[1] حضرت کے بعض خدام نے ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں حرم شریف کے قریب محلہ حارۃ الباب میں ایک مکان خریدا، کچھ تعمیر و ترمیم کے بعد حضرت کی نذر کیا اور اس میں قیام فرمانے کی درخواست کی۔ آپ ان مخلصوں کی دلداری کے لیے اس مکان میں منتقل ہو گئے اور تا دمِ آخر اسی میں رہے۔ یہ مکان مدرسہ صولتیہ کے نزدیک ہے حاجی صاحب کچھ وقت مدرسہ صولتیہ کے دفتر میں بھی گزارتے تھے اور مدرسہ کے سامنے جو مسجد موجود ہے کبھی اس میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔ آخر زمانے میں تو کبھی جمعہ کی نماز کے لیے حرم شریف میں جاتے تھے۔ "ان دنوں ضعف کی ترقی ہے، حرم شریف میں اتفاق سے کبھی جمعہ کو جانا نصیب ہوتا ہے ورنہ اکثر نہیں جا سکتا ہوں" (۱۳۱۰ھ/...)

[2] برائے تفصیل (معارف امدادیہ ص ۲۰ (طبع لاہور ۱۹۰۰ء)، مولانا اشرف علی تھانوی)

ازدواج

حضرت حاجی صاحبؒ پچاس برس کی عمر تک مجرد رہے۔ مشغولی بحق اور مجاہدات نے اِس طرف التفات کرنے کی مہلت ہی نہ دی، آخر ایک دن غیبی اشارہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنّت میں خاص نور اور فیض ہوتا ہے، عارف کے لیے کسی سنّت کا ترک کرنا مناسب نہیں، نکاح تو سنّتِ موکّدہ ہے اِسے ضرور پورا کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرتؒ نے نکاح کے لیے رضامندی ظاہر فرمائی اور کلکتہ کی ایک پارسا خاتون بی بی نورن (زوجہ سید حیدر علی مہاجر بہاری) نے جو حضرت سے بیعت بھی تھیں اپنی نواسی بی بی خدیجہ صاحبہ (بنت حاجی شفاعت خاں رامپوری) سے، جن کے ماں باپ کا انتقال ہوچکا تھا اور نانی نے پرورش کیا تھا، ۱۲ رمضان ۱۲۸۲ھ/ ۶ فروری ۱۸۶۶ء، سہ شنبہ کو ساٹھ فرانسیسی ریال (تقریباً ۱۲۵ روپے سکۂ ہند) مہر کے عوض نکاح کرادیا۔ اُن کے صلب سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

بی بی صاحبہ کا مکہ معظمہ ہی میں انتقال ہوگیا تو دوسرا نکاح تھانہ بھون کی بی بی خیر النساء صاحبہ سے ہوا اُن کی بینائی جاتی رہی اور ضعیف ہوگئیں حضرت حاجی صاحبؒ کو بڑھاپے میں سہارا نہیں دے سکتی تھیں اِس لیے ضرورۃً تیسرا نکاح بی بی اَمۃ اللہ صاحبہ سے کیا۔ یہ دونوں ازواج حاجی صاحبؒ کے انتقال کے وقت صدر حیات میں تھیں کوئی اولاد اِن سے بھی نہیں تھی۔

آخری زمانہ اور وفات

حضرت حاجی صاحبؒ کے خادم میاں حاجی عبدالرحیم صاحب نے اپنی تحریر (مورخہ ۲۰ شوال ۱۳۱۸ھ/ ۹ فروری ۱۹۰۱ء) میں آخری وقت کی کیفیت لکھی تھی:[۱]

• بارھویں تاریخ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں بعد ظہر حضرت ہادینا رحمۃ اللہ علیہ تلاوت کلام مجید میں مشغول ہوئے۔ نہایت فصاحت سے اوّل

فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ[۲]

بعد ازاں آخر آیۂ سورہ حشر[۳] اور آیتیں راز و نیاز کی چھانٹ چھانٹ کر دیر تک پڑھیں اِسی طرح

---

۱ یہ یادداشت میاں حاجی عبدالرحیم صاحب نے بھتیجا حاجی شیخ بشیرالدین مرحوم (رئیس لال کرتی میرٹھ) متوفی ۱۲ رجب ۱۳۹۱ھ/ ۲۹ جولائی ۱۹۷۱ء کی فرمائش پر لکھ کر بھیجی تھی۔ راقم الحروف کو یہ تحریر اُن کے فرزند حبیب شیخ فیاض الدین مرحوم (وفات مارچ ۱۹۸۱ء) نے عنایت فرمائی تھی۔ اس سے قبل اپنے مقدمہ امداد المشتاق (طبع دہلی ۱۹۸۰ء) میں اسے درج کرچکا ہوں۔

۲ القرآن الاعراف ۳۴ ۳ القرآن سورۃ الحشر ۲۲-۲۴

پھر دن گزرا، رات آئی۔ بعد عشاء سب اخوان اپنے اپنے معمولی اوقات پر حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت فصیح زبان سے وصیت کو اعادہ فرماکر مستغرق و مشغول بہ حق ہو گئے۔ بہت دیر کے بعد فرمانے لگے: "اللّٰہُ واحد سب کو معلوم ہے۔" پھر پڑھا: وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پھر مشغول الی اللہ ہو گئے۔

جب وقتِ وصال قریب پہنچا، ارشاد ہوا: "حسنِ خاتمہ کے واسطے دعا کرو۔" مولوی محب الدین صاحب دعا میں مشغول ہوئے اور سب اِخوان نہایت تضرع سے آمین کہتے رہے۔ قریب دو بجے رات کے کروٹ بدلی اور پھر چت لیٹ کر جاں بہ حق تسلیم ہوئے.....

تیرھویں ماہ مذکور[1] روز چہارشنبہ ۹ بجے دن کو جنت المعلیٰ میں زینت افروز ہوئے۔"

عمر شریف بہ حساب قمری ۸۴ سال تین ماہ ۲۳ یوم ہوئی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے خیّر دخل الخلد سے تاریخ وفات برآمد کی۔ حاجی صاحبؒ نے ترکے میں ایک عصا، تین تکیے، دو جوڑے سردی کے اور دو گرمی کے سب ملاکر ستر ریال کا سامان چھوڑا تھا جو اُس وقت تقریباً ستر روپوں کے برابر ہی تھا۔

---

[1] مطابق ۱۸-اکتوبر ۱۸۹۹ء چہارشنبہ

۳

مسلک کی وسعت

حاجی صاحب کے مسلک میں بڑی وسعت تھی۔ سنّتِ نبوی کے اتباع کا تمام عمر اہتمام رہا، مگر عقائد میں کسی پر سخت گیری یا زجر و توبیخ یا مناظرہ نہ کرتے تھے، اُس کی اصلاح کے لیے باطن سے توجہ فرماتے تھے۔ ایک شخص آپ سے مرید ہونے کو آیا اور یہ شرط کی کہ ناچ دیکھنے کا مجھے شوق ہے وہ نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے فرمایا: "اچھا، مگر یہ ایک وظیفہ ہے اسے تھوڑا سا روز پڑھ لیا کرنا" جب نماز کا وقت آیا تو اُس کے بدن میں خارش شروع ہوئی، وضو کر کے نماز پڑھ لی تو خارش بھی جاتی رہی آخر اُس نے دونوں عہد توڑ دیے یعنی ناچ دیکھنے سے توبہ کر لی اور نماز کا بھی پابند ہو گیا۔[1]

بھوپال کے ایک غیر مقلد (اہل حدیث) حج کو گئے تھے۔ انھوں نے حاجی صاحبؒ سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میں غیر مقلدی نہ چھوڑوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا: کیا مضائقہ ہے۔ مگر ایک شرط ہماری ہے کہ کسی غیر مقلد سے مسئلہ نہ پوچھنا بلکہ مولوی ایوب سے پوچھنا (جو حنفی تھے)۔ اس کے بعد حضرتؒ نے بیعت فرمایا۔ ایک دو رات کے بعد یا اثر ہوا کہ یک لخت آمین بالجہر اور رفعِ یدین چھوڑ دیا۔ حضرتؒ کو اطلاع دی گئی تو انھیں بلا کر فرمایا: "اگر تمھاری رائے بدل گئی ہے تو خیر، یہ بھی سنّت ہے وہ بھی سنّت ہے، اور اگر میری وجہ سے چھوڑا ہے تو میں ترکِ سنّت کا وبال اپنی گردن پر لینا نہیں چاہتا۔"[2]

ایک بزرگ کے بارے میں عام شہرت تھی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔ حضرتؒ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا: "جی ہاں وہ یہاں (مکہ معظمہ میں) بھی آئے تھے، میں نے بھی دیکھا تھا کہ نماز نہیں پڑھتے تھے ٹکٹکی باندھے ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھتے رہتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کس مقام پر فائز تھے۔"

یہ جواب حاجی صاحبؒ کے مسلک کی بہترین مثال ہے کہ اُن کے بارے میں راوی کے قول کی تصدیق بھی کر دی، اور خود کو اُن کا "مقام" سمجھنے سے قاصر بتا دیا، اُس مقام کا کوئی

---

[1] خیر الافادات ۱۰۷ [2] ارواحِ ثلاثہ ۳۲۱

تعین نہیں کیا، نہ اُن کے عمل کے بارے میں فقہی مسئلہ بیان کیا۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے بارہا فرمایا کہ "فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفی المشرب ہو۔ جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کرے گا، میرے رابطے و واسطے سے اُس کو کچھ حصہ نہ ملے گا اور جو کوئی کہ فقیر سے اخلاص رکھتا ہو، اُس پر لازم ہے کہ صوفی المشرب و حنفی المذہب ہو"[1]۔

مولانا تھانویؒ نے حاجی صاحبؒ کا ایک ملفوظ نقل کیا کہ "جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اعتراض کم ہوتا جاتا ہے"۔ (کمالات اشرفیہ)

• حاجی صاحب کے نزدیک اس قدر حسنِ ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے ہیں حضرت اُن کو "صاحبِ باطن" فرماتے تھے"[2]۔

حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص کی شکایت کی گئی کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے۔ حضرتؒ نے بے ساختہ فرمایا کہ "اُس پر اُس وقت تجلی جلالی غالب تھی"[3]۔

مولانا ظفر احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں جو صرف تجلیِ جلالی کا ذکر ہے اور زناکار کو فعل و ارادہ پر ملامت نہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص خود حضرتؒ کے سامنے حاضر نہ تھا بلکہ دوسروں نے پیٹھ پیچھے اُس کی غیبت کی تھی۔ حضرتؒ نے تجلیِ جلالی کا ذکر کر کے اپنے کو غیبت سننے سے بچالیا۔ اور اگر وہ شخص سامنے ہوتا تو حضرتؒ اُس کو ملامت ضرور فرماتے[4]۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب کوئی مدعی تم سے جھگڑا کرے تو سب رطب و یابس اس کے سامنے کر کے یہ کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تم حق و باطل کا خود انصاف کر لو۔

اس پر مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں: "واقعی اس قیل و قال و ردّ و کد میں نفسانیت ضرور آجاتی ہے۔ اور ایک باطل کا ردّ ہوتا ہے نیک نیتی سے اور حدود کے اندر۔ تو یہ مامور بہ ہے اور ایک ہوتا ہے محض جدال اور بدنیتی سے، یہ مامور بہ نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہو۔

---

[1] ارواح ثلاثہ ص ۲۲۸

[2] درمنثور بحوالہ ماہنامہ النور تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

[3] النور تھانہ بھون محرم ۱۳۵۱ھ

[4] کمالات اشرفیہ ۲۵۰ بحوالہ معارف امدادیہ

حاجی صاحب کے عقائد

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ سب نے اعتراف کیا ہے کہ "کثرتِ معلومات کا نام علم نہیں ہے۔" مولانا نانوتویؒ کہتے تھے کہ لوگ دوسرے کمالات کی وجہ سے حاجی صاحبؒ سے اعتقاد رکھتے ہیں، میں علم کی وجہ سے اُن کا معتقد ہوا ہوں۔ مولانا تھانویؒ نے کہا کہ ہماری معلومات تو زیادہ ہیں، مگر بصیرتِ قلب زیادہ نہیں اور حاجی صاحبؒ کی معلومات گو قلیل ہیں مگر بصیرتِ قلب بہت زیادہ ہے، اِس لیے ان کے جتنے علوم ہیں سب صحیح ہیں، وہ ہر معلوم کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں اور ہم حقیقت تک نہیں پہنچتے۔"

اِسی فرق کو ایک بار یوں بیان فرمایا کہ "ہمارے ذہن میں تو اوّل مقدمات ہیں پھر اُن سے نتیجہ خود نکا لتے ہیں جو کبھی صحیح ہوتا ہے، کبھی غلط۔ اور حاجی صاحب کے قلب میں اوّل نتائج صحیح وارد ہوتے ہیں اور مقدمات اُس کے تابع ہوتے ہیں۔" [1]

مگر اِن سب اعترافات کے باوجود یہ حضرات بعض فروعی مسائل میں بھی حاجی صاحبؒ کے مسلک سے اِتفاق نہ کر سکے یہ عجب طرح کا تضاد ہے۔ چند باتیں بر طورِ مثال یہاں لکھتا ہوں۔

(۱) بعض علماء جو حضرت کے خدّام و مریدین میں شامل ہیں نِدا لِغَیرِ اللہ (خدا کے سوا کسی کو پکارنا) کو ناجائز کہتے ہیں جیسے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ، یا غریب نواز، یا بندہ نواز، یا محبوبِ الٰہی وغیرہ کہنا ناجائز ہے۔ حد یہ کہ اُنھیں "یا رسول اللہ" کہنے پر بھی اعتراض ہے، مگر جس شیخ سے وہ اپنی باطنی نسبت کا رشتہ جوڑتے ہیں اُس کی لکھی ہوئی ایک منقبت کے اشعار یہ ہیں :

آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا　　تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا

بلکہ دن محشر کے بھی، جس وقت قاضی ہو خدا　　آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہِ نورِ محمدؐ وقت ہے امداد کا

یہ منقبت کسی نے حاجی صاحبؒ سے میاں جی نور محمدؒ کو سنوائی تو میاں جیؒ نے فرمایا: "خدا اور

---

[1] معارف امدادیہ ص ۹۰

اُس کے رسولؐ کی صفت وثنا بیان کرنی چاہیئے۔" حاجی صاحب نے عرض کیا: "میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی ہے۔"[1]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ایک عربی قصیدے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس طرح پکارا گیا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کسی نے فتویٰ طلب کیا: "یا رسول اللہؐ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟" مولانا نے جواب دیا: "جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بہ کفر ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ طبع دیوبند ۱۹۸۷ء ص ۹۲)

مگر نافع مولیٰ عمرؓ کی روایت ہے:

كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَيَقُوْلُ:
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ

(الطبقات ۴/۱۵۶)

عبداللہ بن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس آتے تھے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں پر جاتے تھے اور کہتے تھے:
السلام علیک یا رسول اللہ
السلام علیک یا ابا بکر
السلام علیک — میرے ابا جان

مولانا گنگوہیؒ سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ "جو شخص کہ رسوم عرس وغیرہ کو اچھا جانے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟ یا لوٹانا ضروری ہے؟ یا یہ کہ ان رسموں کو بُرا جانتا ہے مگر کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟"

مولانا نے جواب میں فرمایا: "ان دونوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے مگر اعادہ واجب نہیں۔" (فتاویٰ ۳/۴۸)

---

[1] رسالہ نور محمدی ص ۹۸

دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا: بدعتی کے پیچھے نماز کروہِ تحریمی ہے (فتاویٰ ۳۰۵/۱)
مگر قاتل نے اگر اپنے فعل سے توبہ کرلی ہے تو اُس کے پیچھے نماز درست ہے (فتاویٰ ۳۶۲/۱)

حضرت نافع مولیٰ عمر کی روایت یہ ہے:

قِيلَ لِابْنِ عُمَرَ زَمَنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَالْخَوَارِجِ وَالْخَشَبِيَّةِ: أَتُصَلِّي مَعَ هٰؤُلَاءِ، وَبَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضاً؟ قَالَ فَقَالَ: مَنْ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ أَجَبْتُهُ ...... (الطبقات ۱۶۹/۴)

حضرت ابن عمرؓ سے ابن الزبیرؓ، خوارج اور خشبیہ کے زمانے میں پوچھا گیا: کیا آپ اِن لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں جب کہ ان میں سے بعض، بعض کو قتل کرتے ہیں، انھوں نے کہا جو بھی حَيَّ عَلَى الصَّلَاة کہتا ہے میں اُس کو قبول کرتا ہوں۔

مولانا حیدر علی ٹونکی نے لکھا ہے کہ ضیافت و مہمانی خوشی کے موقع پر درست ہے، غمی کے موقع پر اور دفنِ میت کے بعد حاضرین کو کھانا کھلانا رسوم و عاداتِ جاہلیت میں سے ہے، اِس تقریر کی تائید مولانا گنگوہی نے بھی کی ہے (فتاویٰ ۱۵۸/۱)

ابن سعد کہتا ہے کہ ممتاز صحابی عمران بن حصینؓ نے مرتے وقت وصیت فرمائی:

إِذَا أَنَا مُتُّ فَشُدُّوا عَلَى سَرِيرِي بِعِمَامَتِي فَإِذَا رَجَعْتُمْ فَانْحَرُوا وَأَطْعِمُوا۔ (الطبقات ۲۹۱/۴)

جب میں مر جاؤں اور جب (مجھے دفن کر کے) لوٹو تو قربانی کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔

(۲) بعض علماء نے اپنے مسلک میں اتنی شدت اختیار کی ہے کہ اپنے حلقۂ اثر کے لوگوں کو درگاہوں میں فاتحہ خوانی کے لیے جانے سے بھی روکتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ جب تک ہندوستان میں رہے اکثر سفر بھی فرماتے تھے اور اُس کا مقصد اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا ہوتا تھا۔ اکثر کلیر شریف میں حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کے آستانے پر تشریف لے جاتے تھے یا دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (ف ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ)، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (ف ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ) خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی (ف ۱۸ رمضان ۷۵۰ھ) اور دوسرے اکابر اولیاء کے

مزارات پر جاکر روحانی برکتیں حاصل کرتے تھے۔ پانی پت میں حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیاءؒ اور ان کے مرشد حضرت شمس الدین ترکؒ کی درگاہوں میں اکثر حاضری ہوتی تھی۔ امروہہ میں اپنے سلسلے کے مشائخ حضرت شاہ عضدالدین چشتیؒ (ف ۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ/۲۲ اپریل ۱۷۵۹ء) حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی چشتیؒ (ف ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ/۱۸ اکتوبر ۱۷۷۶ء) اور حضرت خواجہ شاہ عبدالباری چشتیؒ (ف ۱۱ شعبان ۱۲۲۶ھ/۳۰ اگست ۱۸۱۱ء) کے مزارات پر کئی بار حاضر ہوئے اور حضرت شاہ عبدالباریؒ کی خانقاہ میں قیام بھی فرمایا۔ حاجی صاحب کے زمانے میں حضرت شاہ عبدالہادیؒ کے تیسرے سجادہ نشین حضرت شاہ غلام مصطفےٰ چشتیؒ (ف ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ/۱۸ نومبر ۱۸۹۵ء) خانقاہ ہادویہ میں رونق افروز تھے۔

زیارتِ قبور کے مسئلے میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں: "زیارتِ قبورِ اولیاء، مطلق قبورِ مسلمین کی زیارت مستحب و مسنون ہے اور اولیاء اللہ کی زیارت میں اور زیادہ انوار و برکات ہیں، صرف بعض لوگوں کو اس کے لیے سفر کرنے میں خلجان ہے..... حدیث شدِّ رحال مساجد کے ساتھ خاص ہے"۔

(۳) حضرت حاجی صاحبؒ نیاز اور فاتحہ خود بھی کرتے تھے اور عرس کی بعض مجالس میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ مولوی قطب علی جلال آبادیؒ کی والدۂ ماجدہ کی فاتحہ میں شرکت کا ذکر امداد المشتاق میں بھی موجود ہے۔ ایک بار آپ نے درگاہ شاہ صابر بخش دہلویؒ (واقع دریا گنج دہلی) کے عرس میں بھی شرکت فرمائی یہاں محفلِ سماع بھی ہوتی ہے۔

کسی کو مرید کرنے کے بعد، یا مثنوی شریف کا درس ختم ہونے پر آپ کھانا پکوا کر یا مٹھائی منگا کر نیاز دیتے تھے اور وہ تبرک حاضرین میں تقسیم فرماتے تھے۔[1]

مولانا تھانویؒ نے فرمایا: "حضرت حاجی صاحبؒ کے وجدان میں مُردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے، لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ کا گمان اس کے خلاف تھا"۔[2]

---

[1] حضرت حاجی صاحبؒ کو مثنوی مولانا روم سے خصوصی شغف تھا۔ اس کا درس بھی تھا۔ ... ان کی شرح کے ساتھ مثنوی مطبع نامی کانپور سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا تھانوی کی شرح کلید مثنوی (مطبع مجیدی کانپور ۱۳۳۱ھ) میں بھی اکثر مطالب حاجی صاحب کے بیان کردہ ہیں۔

[2] کمالات اشرفیہ ۱۹۱

حضرت حاجی صاحبؒ نے ایصالِ ثواب کے بارے میں۔ جس کے تقسیم و عدمِ تقسیم کے باب میں کوئی نصِ قطعی نہیں اور اسی وجہ سے اس میں اختلاف ہوا ہے۔" یہی فرمایا تھا کہ ہم کو اللہ تعالےٰ سے اُمید یہی ہے کہ جب ہم چند آدمیوں کو ایک عمل کا ثواب پہنچاتے ہیں تو سب کو برابر ہی پہنچتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں کچھ کمی تھوڑا ہی ہے "[1]

(۴) محفلِ سماع میں خود حاجی صاحبؒ نے شرکت کی ہو یا نہ کی ہو[2] مگر اُن کے بعض ممتاز مرید مثلاً صوفی محمد حسین الہ آبادیؒ، مہر علی شاہ گولڑویؒ، مولانا عبدالسمیع بیدلؒ وغیرہ خوب سماع سنتے تھے۔ حاجی صاحبؒ نے اپنے کسی مُرید کو نہ سماع سننے سے روکا نہ اِس فعل کی مذمت میں کچھ کہا۔

کسی شخص نے حضرت حاجی صاحبؒ کو کچھ اشعار سنانے کی خواہش کا اظہار کیا (اشعار سننے میں تو کوئی قباحت نہ تھی غالباً وہ ساز کے ساتھ سنانا چاہتا ہوگا) حضرتؒ نے حافظ محمد حسین الہ آبادی مرحوم کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ میں تو اس فن (موسیقی) سے بالکل بیگانہ ہوں یہ اس سے واقف ہیں اپنے ہنر کی داد تمھیں اِن سے مل سکتی ہے۔

اِس روایت میں بھی حضرتؒ کا محتاط رویّہ صاف جھلک رہا ہے اُس نے خواہش ظاہر کی تو غنا کے حرام یا حلال ہونے کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور حافظ صاحبؒ کی طرف اُس کی رہنمائی کر کے دلداری کا حق بھی ادا کر دیا۔

(۵) تبرکات وغیرہ کے بارے میں بھی حاجی صاحبؒ کا عقیدہ مخالفانہ نہیں تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے: "حاجی صاحب کا عقیدہ تھا کہ "جائے بزرگاں بہ جائے بزرگاں"" اِس سے ظاہر ہے کہ بزرگوں کی خانقاہ، اُن کی مسند، جائے عبادت یا چلّہ خانہ وغیرہ میں بھی انوار و برکات ہوتے ہیں۔ اسی طرح تبرکات مثلاً تسبیح، عصا، خرقہ، پیراہن، سجادہ

---

[1] آدابُ المصاب لتسلیۃ الاحباب ۳۲

[2] ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا، وہاں عبداللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخشؒ نے تقریب عرس میں مجھ کو بلایا اور کسی شخص کو ہاتھی سواری کو بھیجا جب میں اُن کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں (کراماتِ امدادیہ ص ۲۰)

وغیرہ میں وہ انوار سرایت کر جاتے ہیں اور اہلِ نسبت کو ان سے نفع ہوتا ہے۔ مگر مولانا تھانویؒ نے کہا کہ "بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً گرتہ وغیرہ۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے، اصل چیز تو بزرگوں کا اتباع ہے، گو برکت کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے، لیکن اہتمام جس کو کہتے ہیں وہ قلب میں نہیں۔" ؎

ے کمالاتِ اشرفیہ ص ۲۰۰

شاہ صابر بخش دہلوی متوفی ۱۳ ربیع الاول ۱۲۴۲ھ، درگاہ دریا گنج دہلی میں ہے ان کا عرس ۱۳ ربیع الاول کو ہوتا ہے، محفل سماع بھی ہوتی ہے۔

تصانیف

فارسی اور اُردو زبانوں میں، نظم و نثر دونوں میں، حاجی صاحبؒ کی کچھ تصانیف بھی ہیں۔ ان میں سے بیشتر شائع ہو چکی ہیں۔ اُن کی مختصر کیفیت یہ ہے:

(۱) ضیاء القلوب: حاجی صاحبؒ نے اپنے خواجہ تاش حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے فرزند اور اپنے خلیفہ حکیم حافظ محمد یوسف فاروقی کی فرمائش پر غالباً ۱۲۱۲ھ/۹۵-۱۷۹۴ء میں فنِ سلوک کے موضوع پر یہ رسالہ تالیف کیا۔ اس کا عربی میں ترجمہ بھی ہوا تھا جو مولانا حافظ محمد حسین الٰہ آبادی کی معرفت طبع ہوا۔ (صد فوائد)[۱]

ایک خط میں حاجی صاحبؒ نے لکھا ہے:

"مولوی محمد حسینؒ الٰہ آبادی کو تحریر کریں کہ اگر ضیاء القلوب عربی طبع ہو گئی ہو تو بہت جلد مطلع کریں۔ اکثر مشائخِ عرب و شام و استنبول اُس کے منتظر ہیں۔ فقیر بھی دیکھ کر خوش ہوگا۔" (مکتوب ۱۱ مشمولہ صد فوائد)

اس کتاب میں خاندانِ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے اکثر اذکار و اشغال درج کیے ہیں۔

(۲) ارشادِ مرشد: حاجی صاحبؒ کا یہ مختصر رسالہ اُردو زبان میں تھا۔ اس کا بھی عربی میں ترجمہ ہوا، جسے اشاعت کے لیے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس بھیجا گیا تھا (صد فوائد) اس میں ذکر و شغل اور مراقبہ و پاس انفاس کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ آخر میں شجرہ ہائے طریقت بھی دیے ہیں۔

(۳) حواشی بر مثنوی مولانا رومؒ: عارفانہ نکات سے بھرپور یہ کتاب حاجی صاحبؒ کے عمر بھر کے مطالعۂ مثنوی کا حاصل ہے۔ اس کا دفترِ اول ۱۳۱۴ھ/۹۷-۱۸۹۶ء میں مولانا احمد حسنؒ کانپوری کی زیرِ نگرانی مطبع نامی

---

[۱] ضیاء القلوب کا ایک قلمی نسخہ جو حاجی صاحب کی حیات میں مولوی عبدالعزیز رامپوری نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، ذخیرے میں ہے (اوراق ۳۹) اس کا ترقیمہ ہے: "تمام شد نسخہ ضیاء القلوب تصنیف حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ بدست فقیر محمد عبدالعزیز ابوالحسن حنفی حرہ بست و یکم ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ"

کانپور میں طبع ہوا۔ دوسرا دفتر غالباً ۱۳۱۶ھ/۹۸-۱۸۹۹ء میں چھپا۔ دفترِ ششم ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا۔ حاجی صاحبؒ کی حیات میں غالباً پہلا اور دوسرا دفتر ہی چھپا تھا۔

(۴) فیصلۂ ہفت مسئلہ : اس رسالے میں علمائے احناف کے دو گروہوں (بریلوی، دیوبندی) کے درمیان سات بڑے اختلافی فروعی مسئلوں کا نہایت اعتدال اور انصاف کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ رسالہ بارہا شائع ہو چکا ہے اور کلیاتِ امدادیہ میں بھی شامل ہے۔ پاکستان کے محکمۂ اوقاف نے بھی اس کو وسیع پیمانے پر شائع کیا ہے۔

اِس کتاب کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک مجلس میں یہ انکشاف کیا:

"(۱۳۔ رمضان ۱۳۱۶ھ/۲۴۔ جنوری ۱۸۹۹ء کو کانپور میں ایک شخص نے مولانا تھانویؒ سے) پوچھا تھا کہ سنا گیا ہے کہ فیصلۂ ہفت مسئلہ حضرت حاجی صاحبؒ کا نہیں ہے۔ فرمایا: ہاں اِس معنی کر نہیں ہے کہ حضرتؒ نے خود نہیں لکھا۔ عبارت میری ہے اور مضمون حضرتؒ کا۔ حضرتؒ کے حکم سے لکھا گیا اور بعد لکھنے کے سنایا گیا تو فرمایا کہ اس کو میری طرف سے شائع کرو۔ حضرت کے یہاں اِسی طرح کتابیں لکھی جاتی تھیں اور آپ کا نام ڈالا جاتا تھا حضرتؒ بوجہ کثرتِ مشاغل خود نہیں لکھتے تھے۔"[1]

(۵) کلیاتِ امدادیہ : یہ سب رسائل نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں شائع ہوا اس میں تحفۃ العشاق، گلزارِ معرفت، رسالۂ غم ناک، جہادِ اکبر اور نالۂ امداد وغیرہ شامل ہیں۔ بعد کو بھی کئی بار شائع ہوا۔

(۶) رسالہ دردنامۂ غم ناک : یہ ۱۷۷۔ اشعار کی ایک مثنوی ہے جس میں جذبۂ عشق اور سوزِ دروں کا بیان ہے۔

(۷) جہادِ اکبر : یہ بھی ایک مثنوی ہے جو کسی نے فارسی زبان میں لکھی تھی۔ حاجی صاحبؒ نے ۱۲۶۸ھ/۵۲-۱۸۵۱ء میں اِسے اردو نظم میں منتقل کیا اس کا موضوع مجاہدۂ نفس ہے۔ اس میں (۶۷۹) اشعار ہیں۔

---

[1] مجالس الحکمۃ (مرتبہ حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری) امداد المطابع تھانہ بھون ص ۳۵

(۸) تحفۃ العشاق : اس مثنوی میں بی بی تحفہ مغنیہ اور حضرت سری سقطیؒ کی داستان نظم کی ہے۔ اس کی تالیف ۱۲۸۱ھ/۶۵-۱۸۶۴ء میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ تعداد اشعار (۱۳۲۴) ہے۔

(۹) غذائے روح : یہ بھی ایک منظوم تمثیل ہے۔ اس میں متعدد حکایات تہذیب نفس اور اصلاح اخلاق کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ حمد و نعت کے بعد حضرت میاں جی نور محمدؒ کی منقبت اور احوال میں بھی کچھ اشعار نظم کیے ہیں۔ یہ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء کی تالیف ہے۔ کل اشعار (۱۶۵۰) ہیں۔

(۱۰) گلزارِ معرفت : اس رسالے میں حاجی صاحبؒ کا منظوم کلام ہے جس میں کچھ نعت و مناجات، چند غزلیں، ایک رباعی اور قادریہ قیصریہ شجرہ منظوم وغیرہ شامل ہیں۔ اسے حضرتؒ کے ایک مرید نیاز احمد نے مرتب کیا تھا۔

(۱۱) رسالۂ وحدت الوجود : امروہہ ضلع مراد آباد کے ایک بزرگ مولوی عبدالعزیز چشتی صابریؒ نے مسئلہ وحدت الوجود میں حاجی صاحبؒ سے استفسار کیا تھا، اُن کے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا (۲۱۔ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ/۲۔ نومبر ۱۸۸۲ء)

حاجی صاحبؒ کی نسبتِ باطنی

حاجی صاحبؒ عوام کو اشغال نہیں اعمال بتاتے تھے۔ ترکِ لذات کی تعلیم بھی نہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ خوب کھاؤ پیو اور کام بھی خوب کرو۔ ہم لوگ عاشقِ احسانی ہیں، جب تک نعمتیں ملتی رہیں محبت رہتی ہے، مشقت اور تکلیف میں وہ حالت نہیں رہتی۔

حاجی صاحبؒ کی نسبت کا خلاصہ یہ تھا کہ باطن میں عشق و سوز ہو اور ظاہر میں اتباعِ شریعت۔ مگر ظاہری محاسبہ زیادہ نہ کرتے تھے۔ حکمت، موعظۂ حسنہ اور باطنی تصرف سے اصلاح فرماتے تھے۔ طالب کو داخلِ سلسلہ کر کے اصلاح شروع کرتے تھے یہ نہیں تھا کہ پہلے اصلاحِ اخلاق کریں پھر سلسلۂ طریقت میں داخل کریں۔

(۱) نماز میں وسوسوں کا ہجوم ہو تو فرماتے تھے قلب کو آئینہ جمالِ الٰہی سمجھو کہ سبحان اللہ قلب بھی کیا چیز بنائی ہے کہ اس میں طرح طرح کے وسوسے دریا کے پانی میں خس و خاشاک

کی طرح بہتے چلے آتے ہیں، خیالات اور وسوسوں کی کوئی حد و انتہا نہیں، اسی طرح صفاتِ الٰہی کے مراقبے کی کیفیت حاصل ہو جائے گی۔

(۲) ہر کام میں سہولت کو پسند کرتے تھے۔ ایک شخص نے افسوس کا اظہار کیا کہ بیماری کی وجہ سے حرم میں نماز نہ پڑھ سکا۔ اس کے جانے کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر یہ عارف ہوتا تو اس پر قلق ظاہر نہ کرتا۔ جس طرح وصول کی ایک صورت یہ ہے کہ حرم میں نماز پڑھو، یہ بھی ایک صورت ہے کہ عذر سے گھر میں نماز پڑھ کر حرم کو ترستے رہو۔ اس لیے عارف کی نظر میں دونوں حالتیں وصول کا سبب ہیں، اور یکساں ہیں [1]

(۳) فرماتے تھے کہ رذائلِ نفس کا ازالہ کرنے کی کوشش نہ کرے اُن کا امالہ کرے۔ جو باتیں بظاہر مذموم ہیں، کبھی وہ ضرورۃً محمود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً بخل کو کھو کر سخاوت پیدا ہو جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ بخل کا امالہ کرکے اُسے اُس کے محل پر کام میں لائے ورنہ بخل نہ ہو تو ساری دولت رنڈیوں اور بد معاشوں میں لٹا دے اور مستحقین کا حق مارا جائے۔ غیر مستحقین کو نہ دینا بخل ہی کی برکت ہے۔

(۴) لذات کو کم کر دینا ہی زُہد کے لیے کافی ہے، ترکِ لذات کی ضرورت نہیں۔ بلا اہتمام جو لذت اور نعمت میسر ہو اُس سے استفادہ کرے یہ زُہد کے منافی نہیں۔ فرمایا: جس طرح ٹھنڈا پانی نعمت ہے اسی طرح پیاس بھی نعمت ہے کیوں کہ اِس سے اُس نعمت کی قدر ہوتی ہے۔

(۵) فرمایا: دنیا کی مثال پرندے کی ہے اور آخرت اُس پرندے کا سایہ ہے۔ سایہ پکڑنے کی کوشش کروگے تو وہ ہاتھ نہ آئے گا، پرندے کو پکڑو تو سایہ خود قابو میں آجائے گا۔

حاجی صاحبؒ کے منتخب ملفوظات

(۱) ارشاد فرمایا: جس درویش کی طرف بہ نسبت طالبانِ دین کے طالبانِ دنیا کا ہجوم زیادہ ہو، معلوم ہوتا ہے کہ خود اُس میں ابھی شعبہ دنیا کا موجود ہے اس لیے ایسے لوگوں کا اُس کی طرف زیادہ میلان ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: بھائی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

[1] معارف امدادیہ ۹۳

ہمارے یہاں تو زیادہ تعداد غربار اور مساکین اور صلحار اور طالب علموں کی ہے۔ دنیا کے بڑے آدمی ہمارے یہاں کم ہیں۔"

(۲) فرماتے تھے کہ مجھ سے جناب مولانا محمد قاسم صاحبؒ (نانوتوی) نے پوچھا کہ "حضرت میرا ایک جگہ نوکری کا تعلق ہے، اگر ارشاد ہو تو چھوڑ دوں؟" میں نے جواب دیا کہ "مولوی صاحب، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی طبیعت میں تردد ہے اور یہ دلیل ہے خامی کی، اور ایسی حالت میں تعلق کا ترک کرنا موجب تشویشِ قلب ہوتا ہے۔ جس وقت پورا توکل پیدا ہو جاوے گا خود بہ خود طبیعت تعلقات سے ایسی نفور ہوگی کہ کسی کے منع کیے سے بھی آپ نہ مانیں گے۔"

(۳) کوئی مرید حاجی صاحبؒ سے عرض کرتا کہ دنیا چھوڑ دوں؟ تو فرماتے تھے کہ اگر دنیا ہے حلال ہے تو خود مت چھوڑو، اللہ کا نام لیے جاؤ جب اُس کا غلبہ ہوگا خود ہی چھڑا دے گا۔

(۴) حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ کے مزار سے متعلق کچھ اوقاف ہیں جن کی آمدنی کثیر ہے۔ اُس کے متولی کا انتقال ہو گیا تھا اور بعض مشائخ نے اُس کو حضرت حاجی صاحبؒ کے لیے اس لیے تجویز کیا کہ متولی خود بھی اپنے مصارف کے لیے اُس سے بطریق مُباح لے سکتا ہے اور حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے تو اس سے اطمینان کی ایک صورت پیدا ہو جاوے گی۔ اور حضرت صاحبؒ میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اُن کی اولاد میں تھے اور اُنھیں وہاں رہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی، کوئی نائب کام کرتا اور احکام یہاں سے پہنچتے رہتے۔ غرض یہ تجویز کر کے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اولاد میں ہونے کی خصوصیت سے جو میرے لیے تولیت تجویز کی گئی ہے تو حضرت سلطانؒ نے تو سلطنتِ بلخ پر لات ماردی تھی، اگر میں اس دنیا کو اختیار کروں تو اُن کی اولادِ خلف کب رہا؟ اور اِس خدمت کے لیے خلف ہونا ضروری ہے اور اگر خلف بننا چاہوں تو اُن کا اقتدا کرنا ضرور ہے۔"

(۵) مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ بانی مدرسہ صولتیہ کہ معظمہ کو حضرت سلطان المعظم عبد الحمید خاں والی ترکی نے بلایا تو اس درجہ اکرام کیا کہ کسی بادشاہ کا بھی اتنا اعزاز نہ ہوتا تھا جب مولوی صاحب سلطان کے یہاں سے لوٹ کر کہ معظمہ تشریف لائے تو ملاقات کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ

سے سلطان کے مناقب بیان کر کے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو اُن کے حضور میں آپ کا ذکر بھی کر دوں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا نتیجہ ہو گا؟ بہت ہو گا تو وہ معتقد ہو جاویں گے۔ پھر آپ دیکھ لیجیے کہ آپ کے جو معتقد ہوئے تو کیا نتیجہ ملا؟ وہی مجھ کو ملے گا یعنی بیتُ السلطان سے قُربت اور بیتُ اللہ سے بُعد۔ البتہ آپ اُن کی تعریف کرتے ہیں کہ بڑے عادل ہیں اور (حدیث میں) وارد ہوا ہے کہ سلطانِ عادل کی دعا قبول ہوتی ہے سو اگر آپ سے ہو سکے آپ اُن سے میرے لیے دعا کرا دیجیے۔ مگر ایک بادشاہ سے یہ کہنا کہ ایک درویش کے لیے دعا کرو، یہ آدابِ سلطنت کے خلاف ہے اِس لیے آپ کو اس کا ایک طریقہ بتلاؤں وہ یہ کہ آپ میرا اُن سے سلام کہہ دیں، وہ جواب میں "وعلیکم السلام" ضرور کہیں گے، بس میرے لیے اِسی طرح دعا ہو جاوے گی۔"

(۶) ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک بوڑھا شخص آیا اور آ کر رونے لگا کہ حضرت میری بیوی مرتی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا: "اچھا ہے جیل خانے سے چھوٹتی ہے اب تم بھی چھوٹ جاؤ گے۔"

حاضرین کو اس لطیفے پر دل میں ہنسی آئی کہ آیا تھا اُس کی زندگی کی فکر میں، خود اپنی موت کی بشارت لے چلا۔ پھر حاضرین سے خطاب کر کے فرمانے لگے کہ دیکھو عجیب بات ہے، ایک مسلمان قید خانے سے چھوٹتا ہے، اِس کو ناگوار ہے کہ کیوں چھوٹتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ حضرت وہ مجھ کو روٹی پکا کر دیتی تھی۔ آپ نے فرمایا: "کیا وہ تمہارے ساتھ روٹی پکاتی ہوئی پیدا ہوئی تھی؟"

(۷) ایک مولوی صاحب نے ایک دن پوچھا کہ حدیث ہے: اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے) اِس سے تو فقیر پر مالدار کو ترجیح نکلتی ہے۔ فوراً ارشاد فرمایا: یدِ علیا (دینے والا ہاتھ) اِس لیے افضل ٹھہرا کہ مال کو علیحدہ کر کے فقیر بنتا ہے اور یدِ سفلیٰ (لینے والا ہاتھ) اس لیے مفضول ہوا کہ مال لے کر غنی بنتا ہے۔

(۸) ایک دن ایک فقیر صدا دیتا تھا کہ "مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہ" (میرے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) آپ نے فرمایا کہ یہ ما نافیہ نہیں ہے، ما موصولہ ہے (یعنی جو کچھ میرے

دل میں ہے وہ خدا کے سوا ہے) اگر نفی کا منشا ہوتا تو یہ کبھی سوال نہ کرتا۔

(۹) ایک بار حضرتؒ یہ بیان فرما رہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے اور حاضرین پر خاص اثر تھا اتنے میں ایک شخص آیا جس کا ایک ہاتھ گل رہا تھا اور سخت تکلیف تھی۔ عرض کیا کہ حضرت سخت مصیبت میں گرفتار ہوں، ایک سال ہوا ایک شخص نے لڑائی میں دانت سے کاٹ لیا تھا اس کا زہر پھیل گیا۔ لِلّٰہ دعا کیجیے کہ اس سے نجات ہو۔ اُس وقت مولانا اشرف علی تھانویؒ حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے وسوسہ پیدا ہوا کہ اس وقت حضرت کیا کریں گے، اگر دعا کی تو اِس بیان کے موافق اُس دعا کے معنی یہ ہوں گے کہ اِس نعمت کو زائل کر دیجیے کیوں کہ بلا بھی نعمت ہوتی ہے اور اگر دعا نہ کی تو ایک اُمیدوار کا نا امید کرنا ہے۔ پھر یہ کہ شیخ جامع کو درجۂ طالب پر نزول کرنا چاہیے نہ کہ اُس کو اپنے درجے پر آنے کا مُکلّف کرے۔ غرض میں سخت الجھن میں تھا کہ حضرتؒ نے فرمایا: بھائیو اس کے لیے دعا کرو اور ہاتھ اُٹھا کر پکار کر دعا کی۔ مضمونِ دعا یہ تھا کہ یا الٰہی ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے، مگر ہم اپنے ضعف سے اِس نعمت کا تحمل نہیں کر سکتے اِس لیے التجا ہے کہ آپ اِس نعمت کو مبدّل بہ نعمتِ صحت فرما دیجیے۔ میں اِس مضمون کو سن کر دنگ رہ گیا کہ اِن حضرات کو کون بتلا دے خود قلب سے امواجِ علوم و معارف جوش زن ہوتی ہیں۔

(۱۰) کسی شخص نے حضرتؒ کی طرف سے جعلی خط بنا کر کسی امیر سے کچھ روپیہ وصول کر لیا تھا۔ کسی نے حضرتؒ سے مشورۃً عرض کیا کہ ایسے شخص کو تنبیہ ہونا چاہیے۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا: "بھائی مجھ سے دین کا نفع تو کسی کو ہوا نہیں اگر میرے ذریعے سے یہ مُردار دنیا ہی کسی کو حاصل ہو جاوے تو مجھ کو حق تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اُس میں بھی بخل کروں اور اُس سے بھی دریغ کروں۔

اشاعتِ علوم سے دلچسپی

حاجی صاحبؒ نے خود بھی تصنیف و تالیف کا کام کیا، اگرچہ اُنھیں اپنے باطنی مشاغل سے اِس کے لیے زیادہ وقت نہ ملتا تھا۔ اُنھوں نے دوسروں سے بھی بہت سے علمی کام لیے اور فرمایش کر کے بعض کتابیں لکھوائیں۔ اُن کی فرمایش سے سرسید احمد خاں مرحوم نے بھی ایک رسالے کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی کتاب "فصوص الحکم" کا ایک ترجمہ دیوبند میں حاجی صاحبؒ کی فرمائش سے ہوا تھا اسی طرح انھوں نے شیخ نجیب الدین سہروردیؒ کی کتاب "آداب المریدین" کا اردو ترجمہ کرنے کی فرمائش مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے کی۔ یہ شائع بھی ہوا تھا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اُن کے مکہ معظمہ میں قیام کے زمانے میں احمد بن عطاء اللہ اسکندری کی تصنیف التنویر کا اُردو ترجمہ "اکسیر فی اثبات التقدیر" ۱۳۱۲ھ میں کرنے پر مامور فرمایا۔ قطب الدین دمشقیؒ (ف ۷۰۰ھ) کی تالیف رسالہ مکیہ[1] کا ترجمہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کرایا جو امداد السلوک کے نام سے چھپا۔

کتاب اکمال الشیم کا اُردو ترجمہ بھی حاجی صاحبؒ کی فرمائش سے ہوا تھا[2]

مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگؒ کی کتاب "انوار احمدی" کا نام حاجی صاحبؒ نے ہی تجویز کیا تھا[3] اور مولانا انوار اللہ خاں کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اس کا ایک باب "لمعۃ الانوار" کے نام سے علیحدہ کتابی صورت میں طبع کرائیں۔

اس کے علاوہ دینی مدارس کے قیام میں وہ بہت دل چسپی لیتے تھے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دار العلوم دیوبند، جامعہ قاسمیہ امروہہ جیسے مدارس کی خود بھی کچھ نہ کچھ مالی امداد فرماتے تھے اور اپنے مخلصین سے بھی اُن کو عطیات دلواتے تھے۔

---

[1] رسالہ مکیہ کا ترجمہ موسوم بہ امداد السلوک مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی نے بلالی پریس ساڈھورہ سے ۱۳۱۷ھ میں شائع کیا اس کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ محمد ضامن شہیدؒ نے اس کی فرمائش کی تھی۔

[2] یہ شیخ عطاء اللہ اسکندری (ف ۷۰۹ھ) کی کتاب الحکم العطائیہ کا اردو ترجمہ ہے اس کو مولانا علی متقی برہانپوری مؤلف کنز العمال (ف ۹۷۵ھ) نے ابواب میں مرتب کر کے تبویب الحکم نام رکھا تھا۔ حاجی صاحب کی فرمائش پر مولانا خلیل احمد سہارنپوری (ف ۱۳۴۶ھ/۲۹-۱۹۲۸ء) نے اُردو میں ترجمہ کیا۔ حاجی صاحبؒ نے اس کا نام اتمام النعم تجویز کیا۔ مولانا محمد عبد اللہ گنگوہی (ف ۱۳۳۵ھ/۲۷-۱۹۲۶ء) نے اُردو ترجمے کو بعض مقامات پر سہل بنایا اور کچھ حواشی کا اضافہ کیا اور یہ اکمال الشیم کے نام سے شائع کیا گیا۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں یہ کتاب بطور نصاب پڑھائی جاتی تھی۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء جید برقی دہلی سے چھپا تھا۔ ہمارے سامنے اس کا ادارہ اسلامیات لاہور کا شائع کردہ اپریل ۱۹۸۲ء کا ایڈیشن ہے۔

[3] "عزیزم مولوی انوار اللہ صاحب حیدر آبادی استاد نواب صاحب... حیدر آباد دکن نے، جو کہ فقیر کے خاص احباب میں سے ہیں، اعزہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً میں دو تین سال رہ کر ایک بڑی کتاب مسمّٰی از زبان فقیر بہ "انوار احمدی" چند مسائل مختلف فیہ کی تحقیق میں بڑی خوبی سے لکھی ہے۔ فقیر نے تا بحث آداب اس کتاب کو سنا خود مولانا ممدوح کی زبانی۔ فقیر بہت محظوظ و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ اُن کے علم و عمر میں برکت کرے۔ ایک جدید طرز اور نئے انداز سے نہایت مفید اور کار آمد کتاب تالیف ہوئی ہے۔" (مکتوبات امدادیہ ص ۹ بنام مولانا اشرف علی تھانوی ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۸ء)

۵

حالات و ملفوظات کے مصادر

حاجی صاحبؒ کے حالات و ملفوظات زیادہ تر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بدولت ہم تک پہنچے ہیں۔ اِس سلسلے میں مندرجۂ ذیل کتابیں بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہیں :

(۱) امداد المشتاق : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

حاجی صاحبؒ کے حالات، کرامات، ملفوظات، مکتوبات وغیرہ کا مجموعہ۔ اس کا نیا اڈیشن راقم الحروف کے ایک طویل مقدمے کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں دہلی سے شائع ہوچکا ہے۔

(۲) مرقوماتِ امدادیہ[1] : حاجی صاحبؒ کے مکتوبات کا یہ مجموعہ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں

مولانا وحید الدین رامپوری نے ترتیب دیا تھا۔ فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے پروفیسر عبدالحی صاحب نے کیا اس پر کچھ حواشی مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اور کچھ مولانا وحید الدین کے فرزند مولوی سعید الدین رام پوری (ف ۱۹۲۹ء) نے لکھے اِسے امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ راقم الحروف نے ایک طویل مقدمہ کا اضافہ کرکے اِس کا نیا اڈیشن ۱۹۸۰ء میں دہلی سے شائع کیا۔

(۳) کمالاتِ امدادیہ : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

اس مختصر رسالے میں مولانا تھانویؒ نے حاجی صاحبؒ کے حالات و روحانی کمالات کا بیان کیا ہے کئی بار شائع ہوچکا ہے۔

(۴) کراماتِ امدادیہ : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

اِس میں حاجی صاحبؒ کے بعض واقعات اور کرامات کا بیان ہوا ہے۔ ابتدا میں

---

[1] ان کے علاوہ حاجی صاحبؒ کے خطوط متفرق کتب و رسائل میں بھی بکھرے ہوئے ہیں مثلاً : تبرکات مرتبہ نور الحسن راشد (کاندھلہ ۱۹۹۰ء) میں ایک خط، مکتوباتِ رشیدیہ مرتبہ عاشق الٰہی میرٹھی (عزیز المطابع میرٹھ) میں ۱۱ خطوط شامل ہیں۔ مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی نے چھ غیر مطبوعہ خطوط الفرقان لکھنؤ (اپریل ۱۹۸۹ء) میں شائع کرائے تھے۔ ایک خط ماہنامہ البلاغ میں مئی ۱۹۸۹ء میں چھپا۔ وغیرہ

زیرِ نظر مجموعہ اس اعتبار سے بھی نادر ہے کہ پہلی بار ایک مستقل کتاب کی صورت میں خطوط کے عکس کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

مولانا تھانوی ؒ نے کرامت سے متعلق مسائل پر کچھ ضروری باتیں لکھی ہیں ۔ پھر حاجی صاحبؒ کی ۱۲۷ کراموں کا بیان ہے جن کے راویوں میں حافظ عبد القادر تھانوی ، قاری احمد مکی ، شاہ محمد حسین الٰہ آبادی ، حکیم مقبول احمد ، مولوی نظام الدین کیرانوی ، مولانا محمد منیر نانوتوی ، مولوی محمد اسمٰعیل کانپوری ، عبد الغنی بہاری ، وغیرہ شامل ہیں ۔ بعض روایات شمائم امدادیہ سے لے لی ہیں ، پھر ضمیمہ کرامات امدادیہ میں مولانا گنگوہی کی بیان کردہ روایات ہیں ۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہوئی ہے ہمارے سامنے کتب خانہ ہادی دیوبند کا ایڈیشن ہے ۔

(۵) مکتوبات امدادیہ مع صد فوائد : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

یہ (۵۰) خطوط کا مجموعہ مولانا تھانویؒ نے مرتب کیا اور اس پر سو حاشیے وضاحت کے لیے لکھے تھے ۔ کئی بار شائع ہو چکی ہے ۔

(۶) شمائم امدادیہ : یہ نفحات مکیہ من مآثر امدادیہ (فارسی) کا اردو ترجمہ ہے ، جو حاجی محمد مرتضیٰ خاں قنوجی کی تالیف ہے ، اس کے حصۂ اول میں سات نفحات (ابواب) ہیں اور حاجی صاحبؒ کا ایک خط بنام مولوی عبد العزیز امروہویؒ بھی شامل کر لیا گیا ہے جو مسئلہ وحدت الوجود سے متعلق ہے ۔ یہ کئی بار شائع ہوئی ہے ہمارے سامنے کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ مغربی پاکستان کا ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کا ایڈیشن ہے ۔

(۷) امداد الصادقین : مرتبہ مولوی صادق الیقین ساکن کرسی (اودھ)

اس میں حاجی صاحبؒ کے ملفوظات بزبان فارسی جمع کیے گئے تھے ۔ ان کا ترجمہ شمائم امدادیہ کے آخر میں شامل کیا گیا (۱۳۱۴ھ/۹۶-۱۸۹۷ء) اور اسے شمائم امدادیہ حصہ دوم کہا گیا ہے ۔ اس کے بعد " بعض ملفوظ نوشتہ مولانا اشرف علی تھانویؒ " بھی شامل ہیں ۔

(۸) مجموعہ ملفوظات : مرتبہ مولانا احمد حسن کانپوری

یہ ملفوظات مولانا احمد حسن کانپوریؒ نے جمع کیے تھے ان کا ترجمہ شمائم امدادیہ میں بطور حصہ سوم شامل کر لیا گیا (۱۳۱۴ھ/۹۶-۱۸۹۷ء)

(۹) معارف امدادیہ : مرتبہ محمد اقبال قریشی شائع کردہ لاہور ۱۹۸۲ء

اس میں مولانا تھانوی کے ملفوظات اور مواعظ کے مختلف مجموعوں سے حاجی صاحبؒ کے ملفوظات کا انتخاب کیا گیا ہے۔

(۱۰) حیاتِ امدادیہ : پروفیسر محمد انوار الحسن انور (مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۱۹۶۵)

یہ حاجی صاحبؒ کی سوانح عمری اور اُن کی تصانیف کے تعارف پر مشتمل ہے۔ بعض غیر ضروری مباحث بھی اس میں آگئے ہیں۔ بظاہر مصنّف نے کسی نئے ماخذ سے استفادہ نہیں کیا۔

۶

نوادرِ امدادیہ کے مکتوب الیہم

اِس مجموعے میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ۸ خطوط شامل ہیں جو تین حضرات کے نام لکھے گئے ہیں:

(۱) مولانا عبدالسمیعؒ بیدلؔ ¹ (۲) شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

(۳) مولانا خلیل احمد انبیٹھوی (۴) نذیر احمد خاں

اِن مکتوب الیہم میں فی الحال نذیر احمد خاں کے بارے میں معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔ باقی دو حضرات کا کچھ حال علیحدہ لکھنا ضروری نہیں، مناسب ہوگا کہ صرف مولانا بیدلؔ کے بارے میں کچھ باتیں یہاں درج کر دی جائیں۔

(۱) مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری

مولانا عبدالسمیعؒ بیدل جن کی تالیف حمدِ باری مشہور رہی ہے، رامپور منہیاران (ضلع سہارن پور) کے رہنے والے تھے۔ اِن کے والد حکیم محمد یوسف انصاری تھے۔ بیدلؔ کی تعلیم نجی طور پر ہوئی، کچھ استفادہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے بھی کیا۔ ۱۲۷۰ھ (۵۳-۱۸۵۴ء) میں مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے اور مولانا امام بخش صہبائیؔ سے فارسی پڑھی عربی کا درس مفتی صدرالدین آزردہ سے لیا۔ اُسی زمانے میں شاعری کا ذوق ہوا اور میرزا غالب کی شاگردی اختیار کی۔ طرازِ سخن کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالب سے تلمذ کا علاقہ ۱۲۷۰ھ/۵۳-۱۸۵۴ء میں قائم ہوا۔

حصولِ تعلیم کے بعد ۱۲۷۷ھ (۹۰-۱۸۶۱ء) میں رڑکی ضلع سہارن پور میں ایک برہمن کے بیٹے ناہر سنگھ کی تعلیم و تربیت پر متقرر ہوئے وہ اِن کی بزرگی اور سیرت کی خوبیوں سے اتنا متاثر ہوا کہ اِن کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ خلیل الرحمٰن نام رکھا گیا، یہ وہی مولانا

---

¹ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ مالک رام : تلامذہ غالب ص ۸۳ — ۸۹
محمد ایوب قادری : غالب اور عصرِ غالب ۱۶۵ — ۱۸۶
رسالہ اردوئے معلی (دہلی یونیورسٹی) غالب نمبر حصہ اول ۱۹۶۰ء
: حیاتِ بشیر ۷۶ — ۸۲

خلیل الرحمٰن، ہیں، جو علوم دینیہ کے ماہر ہوئے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ہاتھ پر بیعت کی، خلافت و اجازت پائی۔ یہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے تھے وہیں انتقال ہوا اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ مالک رام صاحب نے لکھا ہے :

"مولوی عبدالسمیع رڑکی سے نکلے تو اپنے وطن پہنچے۔ حسن اتفاق سے انھیں ایام میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہندستان آئے ہوئے تھے۔ اپنی تعلیم و تربیت اور اُفتادِ طبع کے زیر اثر عبدالسمیع اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاجی صاحبؒ نے اُن کے علم و تقویٰ سے متاثر ہو کر انھیں اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر لیا۔ روایت ہے کہ عبدالسمیعؒ صاحب نے موصوف کی بیعت قصبۂ جھنجھانہ (ضلع مظفرنگر) میں اُسی درخت کے نیچے کی تھی جہاں کسی زمانے میں خود حاجی صاحبؒ نے اپنے پیرِ طریقت حضرت میاں نور محمد جھنجھانویؒ کی بیعت کی تھی۔"[1]

اِس بیان میں یہ بات صحیح نہیں کہ "حسنِ اتفاق سے" حاجی صاحبؒ ہندستان آئے ہوئے تھے۔ وہ یہاں سے ہجرت کر کے گئے تو کبھی واپس نہیں آئے، مولانا عبدالسمیعؒ نے اُن کی ہجرت سے قبل بیعت کی ہو گی۔ حاجی صاحبؒ خط و کتابت کے ذریعے غائبانہ بیعت بھی قبول فرما لیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ پہلے سفرِ حج کے بعد کا ہو سکتا ہے۔

لال کرتی میرٹھ کے ایک ممتاز رئیس شیخ الٰہی بخش (ف ۱۲ مئی ۱۸۸۲ء) کے اولاد نہیں تھی اپنے بھتیجوں کی تعلیم و تربیت کے لیے انھوں نے مولانا عبدالسمیع کو طلب کیا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ کوٹھی کے احاطے میں ہی ایک وسیع مسجد ہے اُسی سے متصل حجرے میں مولانا عبدالسمیعؒ رہتے تھے اور شیخ عبدالکریم کے بیٹوں شیخ غلام محی الدین، خان بہادر وحید الدین، خان بہادر بھیا بشیر الدین کو تعلیم دیتے تھے۔

مولانا بیدلؒ ۴۲ سال تک خان بہادر کی کوٹھی (لال کرتی میرٹھ) میں مقیم رہے وہیں بروز شنبہ یکم محرم ۱۳۱۸ھ / یکم مئی ۱۹۰۰ء کو انتقال فرمایا اور خان بہادر کے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔[2]

---

[1] تلامذۂ غالب (طبع ۱۹۸۴ء) ص ۸۵-۸۶   [2] محمد ایوب قادری مرحوم نے مولانا امداد صابری کی تالیف "سیرت حاجی امداد اللہ اور اُن کے خلفاء" (دہلی ۱۹۵۱ء) کا جو اقتباس دیا ہے اس میں تاریخ وفات "یکم محرم الحرام ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۰۱ء بروز شنبہ" بتائی ہے۔ مگر اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

ان کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے حکیم محمد میاں تھے اُنھوں نے حکیم عبدالمجید خاں (فرزند حکیم محمود خاں) سے علم طب سیکھا تھا۔ میرٹھ میں مطب کرتے تھے وہیں ۶ محرم ۱۳۵۹ھ/۱۴ فروری ۱۹۴۰ء کو انتقال ہوا اور اپنے والد کے پہلو میں آسودہ ہوئے۔

مولانا عبدالسمیع بیدل کی بارہ تصنیفات کی فہرست مالک رام صاحب نے دی ہے:

(۱) دافع الاوہام فی محفلِ خیر الانام (لکھنؤ ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) محفلِ میلاد کی تائید میں ہے

(۲) انوارِ ساطعہ دربیانِ مولود و فاتحہ (میرٹھ ۱۳۰۲ھ/۸۴-۱۸۸۵ء) [1]

(۳) راحۃ القلوب فی مولد المحبوب (دہلی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء)

(۴) بہارِ جنت (میلاد شریف) (کانپور ۱۳۱۰ھ/۹۲-۱۸۹۳ء)

(۵) سلسبیل فی مولد ہادی السبیل (میرٹھ ۱۳۱۲ھ/۹۴-۱۸۹۵ء) [2]

(۶) نورِ ایمان (نعتیہ کلام) (میرٹھ ۱۳۱۲ھ/۹۴-۱۸۹۵ء)

(۷) حمدِ باری (دہلی ۱۹۱۲ء - بارہا چھپی ہے) بچوں کے لیے نصابی کتاب ہے

(۸) طرازِ سخن (مجموعۂ کلام) (میرٹھ ۱۳۱۴ھ/۹۶-۱۸۹۷ء) [3]

(۹) جوہرِ لطیف (نعتیہ مثنوی) (میرٹھ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

(۱۰) فیضانِ قدسی (فضائل آیۃ الکرسی) (دہلی ۱۹۲۷ء)

(۱۱) وسیلۂ مغفرت (مجموعہ ادعیہ) نماز کی تعلیم اور ماثور دعاؤں پر مشتمل ہے

(۱۲) مظہر الحق (اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی)

مولانا بیدل کا بیشتر کلام اور بعض دوسری تالیفات ضائع ہو گئیں۔

انوارِ ساطعہ دربیانِ مولود و فاتحہ

مولانا عبدالسمیع بیدل کی تصانیف میں یہ کتاب علمی اور دینی اعتبار سے بہت اہم ہے۔

---

[1] نوادرِ امدادیہ میں شامل خطوط کا تعلق اسی کتاب سے ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے علیحدہ درج کی ہے۔

[2] ۲۴ صفحات کا منظوم رسالہ ہے۔ کئی بار شائع ہوا۔ ہمارے ذخیرے میں جو تھا ایڈیشن ہے جو مولانا عبدالسمیع بیدل کے فرزند حکیم محمد میاں نے ساقی پریس میرٹھ سے (۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) چھپوایا تھا۔

[3] ۴۸ صفحات کا یہ رسالہ جس میں متفرق اشعار اور غزلیں ہیں محمود پریس میرٹھ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے شروع میں منشی بہادر سنگھ بشیر الدین مرحوم کا لکھا ہوا دیباچہ بھی ہے۔

نوادر امدادیہ میں شامل خطوط کا پس منظر سمجھنے کے لیے اس کتاب کا تعارف کسی قدر تفصیل سے کرانا ضروری ہے۔

۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں دیوبند، گنگوہ، سہارن پور وغیرہ کے بعض علماء کی طرف سے یکے بعد دیگرے دو فتوے شائع ہوئے۔ مولانا بیدل نے ان فتوؤں کی تردید میں یہ کتاب لکھی۔ انوار ساطعہ کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں:

"۱۳۰۲ھ میں دہلی کے تین علمائے غیر مقلد اور علمائے دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کی حسنِ توجہ سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا۔ اس کی لوح سرنوشت یہ تھی: "فتویٰ مولود و عرس وغیرہ"۔ خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف ... بدعت ضلالت اور اسی طرح اموات کی فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہے یہ سب حرام اور رسم بد اور معصیت ہے۔

کچھ دن اس پر نہ گزرے کہ دوسرا فتویٰ چوبیس صفحے کا اسی مطبع ہاشمی میں چھپ کر مشتہر ہوا۔ اس کا نام لوح پر یہ لکھا: "فتویٰ میلاد شریف یعنی مولود مع دیگر فتاویٰ"۔

اس فتوے میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہ چو ورق جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اس میں چھپا۔ مجھ سے بعض اخوانِ طریقت نے بہ تاکید تمام یہ فرمائش کی کہ اس فتوے کے سبب کچے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑ جاتے ہیں اور معاندین اس فتوے کو جا بہ جا دکھاتے ہیں، اور اس فتوے کو پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بے دردی سے چڑاتے ہیں اور فتنے کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں۔ اب تم کو چاہیے کہ تم خبر لو اور ایک قولِ حق افراط و تفریط سے خالی اس باب میں لکھ دو، ورنہ عوام جگر خام گرداب ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں گے۔ تب حضرت ملہم الصدق والصواب نے جس کے

قبضۂ قدرت میں بنی آدم کا دل ہے ، میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ بالضرور اس مقدمے میں ایک حکیم فیصل لکھنا چاہیئے اور عوام کو تشکیکاتِ ردّ وجدال میں نہ رکھنا چاہیئے۔ تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا "انوارِ ساطعہ دربیانِ مولود و فاتحہ" رکھا۔"

مولانا بیدؔل کی اس کتاب پر جن علماء نے تصدیق و تائید میں دستخط کیے یا تقریظیں لکھیں اُن کے نام یہ ہیں :

(۱) مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھیؒ (ف ۱۹۱۶ء)

(۲) مولانا فیض الحسنؒ سہارن پوری (ف ۱۸۸۷ء)

(۳) مولانا غلام دستگیر قصوریؒ (ف ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء)

(۴) مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ (ف ۱۸۹۳ء)

(۵) مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ (ف ۱۹۲۱ء)

(۶) مولانا عبدالقادر بدایونیؒ (ف ۱۹۰۱ء)

(۷) مولانا وکیل احمد سکندر پوریؒ (ف ۱۳۲۲ھ)

(۸) مولانا محمد فاروق چڑیاکوٹیؒ (ف ۱۹۰۸ء)

(۹) مولانا عبدالحق حقانیؒ (ف ۱۹۱۷ء)

کتاب کے آخر میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی تصدیق و تائید بھی شامل ہے۔

براہینِ قاطعہ انوارِ ساطعہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۰۷ھ/۸۹ - ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ اُس کے ردّ میں کتاب "البراہین القاطعہ علی ظلام الأنوار الساطعہ" مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ دراصل مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھی تھی اور مولانا خلیل احمد کے نام سے چھپی۔

اس کا پورا نام "البراہین القاطعۃ علی ظلام الأنوار الساطعۃ الملقّب بالدلائل الواضحۃ علیٰ کراہیۃ الشروح من المولود والفاتحۃ" ہے۔ بڑے سائز کے ۲۷۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب

مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارن پور نے مولانا رشید احمد گنگوہی کی فرمایش سے بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ میں ۱۳۰۴ھ میں چھپوائی۔ اس کا لب و لہجہ ابتدا سے ہی تلخ اور جارحانہ ہے۔ چند فقرے ملاحظہ ہوں :

"اس سنہ تیرہ سو تین (۱۳۰۳ھ) ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمّٰی بہ انوار ساطعہ کرنی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہے، اس احقر کی نظر سے گذری کہ اس کے مؤلف نے صراحۃً علمائے راسخین اور اولیائے مقبولین پر طعن و تشنیع کرکے مورد "مَنْ عَادٰی وَلِیًّا لِّیْ فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ"[1] کا ہوا ہے۔ اور ظرفہ یہ کہ وہ خود علم و فہم سے بالکل عاری، جہل مرکب کا مبتلا ہے، نہ سائل کی مراد سے واقف ہوا، نہ مجیب کے جواب کو سمجھا... باوصف اس زعم و تبختر و ناز اپنے علم کے، کہ جہل مرکب ہے، اپنے نام کو ستر اخفا میں مکنون کیا ہے[2]... چونکہ مؤلف مجمع جہلاء میں فخراً اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصور کرکے... داد چاہتا ہے، بریں فہم و دانش و علم چند جہلا کی تحسین پر اپنے جامے میں نہیں سماتا۔ مؤلف اس کا مولوی عبدالسمیع رامپوری ہے جو میرٹھ میں بر مکان شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے۔"

مولانا عبدالسمیعؒ بیدل کی تائید میں حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ تحریر بھی ملاحظہ طلب ہے۔

کلمات طیبات مرشدنا و ہادینا دوراں حضور مرشدی مولائی شفیقی و ملجائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ۔ الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ و ارشادہ

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر حقیر امداد اللہ عرض می نماید کہ دریں ولا چیزے کیفیت اعتقاد مذہب و مشرب خود کہ جامع شریعت و طریقت می دانم بہ قلم آوردن مناسب افتاد۔ باید دانست و بہ غور باید شنید کہ فقیر مدعی مذہب حنفی و مشرب صوفی است، اگرچہ در دعویٰ خود کامل نباشد مگر خود را حنفی مذہب و صوفی مشرب میگویاند و می شمارد۔ زیرا کہ فقیر را از لہ

---

[1] یعنی جس نے میرے کسی دوست سے عداوت رکھی میں اس سے جنگ کرنے کی اجازت دیتا ہوں

[2] یعنی پردہ گمنامی میں چھپایا ہے۔ غالباً انوار ساطعہ کے پہلے ایڈیشن پر مصنف کا نام نہیں چھپا ہے۔

عقل و نقل محقق و معلوم شد کہ ہر قدر کہ فہم معانی قرآنی و ادراکِ حقائق و معارفِ کلام الٰہی جل شانہٗ و فہم و ادراکِ حدیثِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم این دو گروہ یعنی علماء مجتہدین احناف و محققان و مشائخِ صوفیہ را حاصل و نصیب است، دیگران این درجہ ندارند کہ از یکہ مسائل کثیرہ استخراج کردہ اند و پشت و پناہ دینِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم گشتہ اند رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لہٰذا فقیر بہ دل مقلدِ ہر دو فریقِ موصوف گشتہ مذہب و مشرب ایشان اختیار کردہ است و فوائدِ بسیار ظاہری و باطنی حاصل کردہ است و می کند وھو الموفق و بہٖ نستعین۔

پس معتقد و مختار فقیر آنست کہ دران مسئلہ کہ این ہر دو فریق متفق اند۔ یعنی احناف و صوفیہ، فقیر بے تکرار و بحث مذل نمودہ بران کاربند مشود و دران مسئلہ کہ فریقین موصوفین را اختلاف واقع شدہ، دران مسئلہ دیدہ خواہد شد کہ اگر آن اختلاف در حقائق و معارف و توحید است رجوع بر صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کردہ خواہد شد، زیرا کہ این گروہ محقق و اہلِ کشف ہستند و فریقِ ثانی نظر و فکرِ عقلی را دخل می دہند، و اگر اختلاف در مسائلِ عبادات و معاملات است، دران نیز غور کردہ خواہد شد، پس اگر آن اختلاف در مسائلِ اعمالِ جوارح تعلق دارد با اہلِ مذہب حنفی رجوع کردہ آید و اگر اختلاف در اعمالِ قلبی است رجوع بر صوفیہ خواہد شد۔ (دستور العمل حضور مرقومہ ۱۳۰۶ھ) لہ

(ترجمہ)

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر امداد اللہ عرض کرتا ہے کہ اس زمانے میں اپنے مذہب و مشرب کے بارے میں جسے شریعت و طریقت کا جامع جانتا ہوں کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوا۔

جاننا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ فقیر حنفی مذہب اور صوفی مشرب ہونے کا مدعی ہے، خواہ اپنے دعوے میں کامل نہ ہو مگر خود کو حنفی مذہب و صوفی مشرب کہلواتا ہے اور ایسا ہی گنتا ہے اس لیے کہ فقیر کو عقل و نقل سے بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ معانی قرآنی کا جیسا فہم اور کلام الٰہی کے حقائق و معارف کا ادراک اور حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ ان دو فریقوں یعنی حنفی علمائے مجتہدین اور محققین مشائخِ صوفیہ کو حاصل اور نصیب ہے دوسروں کا

لہ رسالہ انوار ساطعہ (مطبع جتبائی دہلی ۱۳۲۳ھ) ص ۳۶۴ - ۳۶۵

یہ وجہ نہیں ہے کہ ایک مسئلے سے بہت سے مسائل نکالے ہیں اور دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت و پناہ بن گئے ہیں۔ اللہ اُن سب سے راضی ہو۔

لہٰذا فقیر ان ہر دو فریق کا دل سے معتقد ہے اور ان کا مذہب و مشرب اختیار کیا ہے اور بہت سے ظاہری و باطنی فوائد پائے ہیں اور پا رہا ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اُسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔[1]

لہٰذا فقیر کا عقیدہ اور مذہب مختار یہ ہے کہ جن مسائل میں یہ دونوں فریق متفق ہیں۔ یعنی علمائے احناف و صوفیہ — فقیر بحث و تکرار کے بغیر اُن پر کاربند ہوتا ہے اور جس مسئلے میں ان دونوں فریقوں کا اختلاف واقع ہو تو اُس مسئلہ میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اختلاف حقائق و معارف و توحید میں ہے تو صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کیا جائے گا کیوں کہ گروہ اہلِ تحقیق اور اہلِ کشف کا ہے اور فریقِ ثانی (علماء) عقلی دلیلوں کو دخل دیتے ہیں اور اگر اختلاف عبادات و معاملات کے مسائل میں ہے تو اس میں بھی غور کیا جائے گا۔ اگر وہ اختلاف اُن اعمال سے تعلق رکھتا ہے جو اعضاء و جوارح سے سرزد ہوتے ہیں تو علمائے احناف کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اختلاف اعمالِ قلبی میں ہے تو صوفیہ کی طرف رجوع ہوگا۔ (۱۳۰۶ھ)

رسالہ انوارِ ساطعہ پر اپنی تقریظ میں مجاہدِ جلیل حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (مہتمم مدرسہ صولتیہ، حارۃ الباب مکہ معظمہ) نے لکھا تھا:

---

[1] حاجی صاحب نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو اپنے مکتوب (۲۳ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ، روز شنبہ) [illegible] میں لکھا تھا۔ "... فقیر آپ کے سب برکات و حرکات و سکنات و اقوال و افعال کو نتیجِ حسنات و برکات و موافقِ شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کمال [illegible] مخلص و صادق یقین کرتا ہے، لیکن [illegible] اس بات کا بہت رنج رہتا ہے، بلکہ اگر دنیا میں کوئی رنج و غم ہے تو یہی ہے کہ چند مسائل میں آپ کی رائے علمائے دہر و مشائخ زمان کے خلاف ہے۔ فقیر کو خلاف رائے کا رنج نہیں [illegible] اختلاف امت مرحومہ کے واسطے رحمت ہے و صحابہ رضی اللہ عنہم و علمائے متقدمین و متأخرین [illegible] اختلاف رائے تھا [illegible] اس امر کا ہے کہ خلاف مصلحت ایسے نازک زمانہ و پُرفتن وقت میں [illegible] کے اظہار سے [illegible] فتنہ عظیم و سخت تشویش پیدا ہو گئیں۔ دوست متوحش ہو گئے، دشمن کو اپنے حصول مطالب کا بڑا موقع ملا اور شیطان کو بھی ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا ... فقیر کے نزدیک یہی مصلحت و نیک صلاح ہے کہ مسئلہ امکان کذب و مسئلہ [illegible] [illegible] سید عالم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] دونوں مسئلے سے رجوع کیا جائے [illegible] صواب و مصلحت ہے [illegible] دیکھیے مکتوبات [illegible] (شائع کردہ مدرسہ [illegible] نور محمدیہ جھنجھانہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء)

٭ اس رسالے کو میں نے اول سے آخر تک اچھی طرح سنا۔ اُسلوب عجیب اور طرزِ غریب بہت ہی پسند آیا اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اُسے مبالغے پر حمل کریں گے اس لیے اُس کو چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس کے مصنف کو اجرِ جمیل اور ثوابِ جزیل عطا فرما دے اور اِس رسالے سے منکروں کے تعصب بے جا کو توڑ کے اُن کو راہِ راست پر لا دے اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے اور میرے اساتذۂ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا۔۔۔ یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ع : بریں زیستم ہم بریں بگزرم

۔۔۔ انعقاد مجلسِ میلاد بہ شرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے۔۔۔ بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر۔۔۔ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاوے اور بعد اس کے۔۔۔ اس میں کچھ حرج نہیں، بلکہ اس زمانے میں جو۔۔۔ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو — خدا اُن کو ہدایت کرے — پادریوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ شور مچا رہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد، اُن شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں، اِس وقت میں فرضِ کفایہ ہے میں مسلمان بھائیوں کو بہ طور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کے کرنے سے نہ رُکیں اور اقوالِ بیجا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں۔ اور تعیینِ یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اُس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں اور جواز اُس کا بہ خوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکرِ میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علمائے صالحین نے متکلمین اور صوفیۂ صافیہ اور علمائے محدثین نے جائز رکھا ہے اور صاحبِ رسالہ نے اچھی طرح اِن اُمور کو ظاہر کیا ہے۔ اور تعجب ہے ان منکروں سے، ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلفِ صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضالِ مُضِل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں اُن لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اور اُن کے صاحبزادے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور اُن کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کے

سوائے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرارہم، سب کے سب انھیں ضالِ مُضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اُف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور روم اور دیارِ عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر۔ یا اللہ ہمیں اور اُن کو ہدایت کر اور سیدھے رستے پر چلا۔ آمین ثم آمین۔

اور وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور ظاہر نہیں کرتا، بالکل جھوٹ ہے اور اُن کا قول مغالطہ دہی ہے۔ میں بہ حلف کہتا ہوں کہ میں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے، جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو، اُن کی رعایت یا اُن کے وزراء و امراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ میں، جو میں بلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اُن کے وزراء و اُمراء ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے بادشاہ ہیبت اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین اُمور کا سمجھتے تھے میری گفتگو سخت جو مجلسِ عام میں آئی تمام حجاز والے خاص کر حرمین کے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں، بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے ہاتھ سے امام سبکیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ اور ابن حجرؒ اور ہزارہا علمائے تقویٰ شعار خاص کر اُن کے استادوں اور پیروں میں شاہ ولی اللہؒ وغیرہ قدس اللہ اسرارہم۔ نہ چھوٹے تو میں غریب نہ ان کے سلسلہ استادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں، کس طرح چھوٹوں گا؟ یہ تو ہر طرح سے تفسیق اور بلکہ تکفیر میں قصور نہ کریں گے۔ پر میں اُن کی اِن حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند مؤلف رسالہ نے جا بجا تحریر فرمائی ہے اُسی پر اکتفا کرتا ہوں واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فقط أمر برقمه وقال بفمه الراجي رحمة ربه المنان محمد رحمت الله بن خليل الرحمن غفر لهما الله المنان۔

مہر

محمد رحمت اللہ ۱۲۵۲ھ

انوارِ ساطعہ کے مضامین کی تائید میں حاجی صاحبؒ نے متعدد خطوط میں مولانا عبدالسمیع بیدل کو واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ مثلاً:

(۱) "میں خود مولود شریف پڑھواتا ہوں اور قیام کرتا ہوں اور ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے مگر میں بے خبر کھڑا رہ گیا، بعد دیر کے مجھ کو ہوش آیا تب بیٹھا۔"

(بنام مولوی عبدالسمیع بیدلؒ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۰۳ھ / بحوالہ انوارِ ساطعہ ص ۳۲۷)

(۲) "انوارِ ساطعہ را از اول تا آخر شنیدم و بہ غور و تدبر نظر کردم، ہمہ تحقیق را موافق مذہب و مشرب خود و بزرگان خود یافتم۔"

(بنام مولوی عبدالسمیعؒ بیدل مکتوب ۱۱۔ رجب ۱۳۰۳ھ / انوارِ ساطعہ ص ۳۲۷)

(۳) فی الحقیقۃ، نفسِ مطالب کتاب انوارِ ساطعہ موافق مذہب و مشرب فقیر و بزرگانِ فقیر است۔ خوب نوشتید۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اللہ تعالےٰ ما و شما و جمیع مومنان را در ذوق و شوق و محبتِ خود داشتہ حسنِ خاتمہ نصیب کند۔ آمین

(بنام مولوی عبدالسمیعؒ بیدل مکتوب ۲۲ شوال ۱۳۰۴ھ / بحوالہ انوارِ ساطعہ ص ۳۲۷)

(۴) "انوارِ ساطعہ کے اکثر مسائل میں فقیر دل سے متفق ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت التجا و دعا کی یا اللہ اگر میں اِن مسائل میں صراطِ مستقیم پر ہوں اور حق بجانب ہوں تو اس کتاب کو مقبولِ علمائے دیار و امصار و اہلِ اسلام کر۔ چنانچہ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اِس کو قبول فرمایا کہ تمام علمائے حرمین شریفین و بلادِ اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں اور خود کتاب کو بھی پسند کرتے ہیں۔" ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

بنام مولوی عبدالسمیعؒ بیدل۔ مکتوب ۱۰ رمضان روز پنجشنبہ ۱۳۰۷ھ / ۲۹ اپریل ۱۸۹۰ء)

مَکتوبات

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب دام محبتہ و معرفتہ باللہ

بعد سلام مسنون و دعاے ترقی درجات عالیات مطالعہ نمایند مکاتبہ عزیزہ مع پارچہ مخمل ( ) بعد عرصہ دو سال رسیدہ مسرور ساخت جزاکم اللہ خیر الجزاء اللہ تعالے آن عزیز را با ذوق شوق خود و تعلیم علم و عمل و ہدایت خلق اللہ سلامت بکرامت دارد۔ بارا سال گزشتہ باستماع خبر آمدن میاں حاجی معین الدین صاحب یقین بود کہ آن عزیز نیز بمعیت اوشان بیایند چونکہ اوشان تشریف آوردند و با فقیر ملاقی شدند بزبانی شان معلوم شد کہ آن عزیز بر وقت روانگی اوشان این طرف، بوطن رفتہ بودند خیریت معلوم شد۔ اللہ تعالے آن عزیز را از فضل خویش سببے سازد کہ حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ میسر آید و باین بہانہ فقیر ہم از ملاقات شما سرور حاصل نماید۔ رسالہ ارشاد مرشد کہ براے عزیزان خود نوشتہ بودم بخدمت آن عزیز خواہد رسید دران اوراد یکہ معمول خود اند نوشتہ ام بمقدور ( )

بخدمت حافظ عنایت اللہ صاحب و مکرمی حاجی حافظ عبدالکریم صاحب و میاں حاجی معین الدین صاحب و حاجی عبداللہ خاں صاحب و غیرہ دیگر دوستاں سلام برسد۔

برحاشیہ:

از مولوی رحمت اللہ و حافظ عبداللہ سلام برسد۔ و شاہ مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم نقشبندی بمدینہ منورہ شنیدہ ام کہ بتاریخ ششم محرم راہی ملک بقا شدہ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ شخص واصل بودند، حق تعالیٰ اوشان را برتبہ علیا رساند۔ آمین۔

اس خط میں حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی کے انتقال کی اطلاع ہے۔ ان کی وفات چہارشنبہ ۶ محرم ۱۲۹۶ھ / یکم جنوری ۱۸۷۹ء کو ہوئی تھی۔ یہ خط اسی زمانے میں لکھا گیا ہے۔

(۲)

مہر محمد امداد اللہ فاروقی

۱۲۷۹ھ

عزیزی و محبی مولوی عبد السمیع صاحب دام محبتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد دعاے ازدیاد علم و اخلاص مکشوف باد کہ با (. . . . . .) کہ بہ خلیل الرحمٰن
نوشتہ بودید نہایت محظوظ شدم چونکہ آخر کار معاملہ بہ خداے علیم (. . . .) لازم
کہ از کتاب انوار ساطعہ خود کلامیکہ دران تیز قلمی و غیظ نفسانی شدہ باشد کہ این از طرز تحریر
اصحاب تحقیق و ارباب تہذیب بعید است، و اسماے برادران طریقت خود و عبارت و اسما
دیگر کہ از فور نفسانی صادر شدہ باشند اخراج نمایند و مضمونیکہ فیما بینکم و بین اللہ تعالیٰ
با اخلاص و براے اظہار امر حق باشد باقی دارند، ان شاء اللہ تعالیٰ مقبول خواہد شد
و اگر کسے بر تردید آن چیزے نویسد شما در پے تحریر جواب الجواب نشوند چرا کہ قصد شما
اظہار حق بود ظاہر شد و بس ( ) نفس مطلب کتاب موافق مذہب و مشرب فقیر
و بزرگان فقیر است خوب ( ) خیر الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ما و شما و جمیع مومنان را در
ذوق و شوق و محبت خود ( ) آمین

و نام مدرسہ ہم ازان علیحدہ کنند کہ ازان نیز اعتراض بر ما می آید فقط محررہ ۲۲۔ شوال ۱۳۰۳ھ
از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

برحاشیہ:

و فقیر از دعاے عزیزان غافل نیست شما ہم از دعا فراموش نکنند فقط

الراقم الآثم

فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیز القدر مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون و دعا ترقی درجات دو جہانی واضح و لائح، فرحت نامہ مع دہ روپیہ نذرانہ آن عزیز رسید مسرور نمود، اللہ تعالیٰ آن عزیز را باین عقیدت واخلاص سلامت دارد و بہر حال برضامندگی خود و ذوق شوق دارد[1] آمین۔ عزیز من باستماع اختلاف در برادران طریقت فقیر را رنج است مناسب کہ باہم یکدیگر متفق باشند و کدورت دلی را دور سازند و با یکدیگر شیر شکر مانند کہ موجب ازدیاد معارف است واخلاص است۔ فقط۔ باقی حال این جا بزبانی حجاج معلوم خواہد شد مولوی رحمت اللہ صاحب باعزاز تمام از اسطنبول واپس تشریف آوردند خوش خورم ہستند[2] اطلاعاً بقلم آمدہ۔ ۱۲

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی

---

[1] لفظ فرمایا محذوف کر کے وارد لکھا ہے۔

[2] اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسم حج میں لکھا گیا ہے، اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے سفر استنبول سے واپسی کے بعد کا ہے۔ ان خواجہ کی ... میں یہ ذی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ کا ہے۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی اپنے تیسرے سفر قسطنطنیہ سے ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ میں واپس ہوئے تھے۔

(۵۴)

۷۸۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا فیض و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زاد اللہ فیضہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسرت نامہ مورخہ پانزدھم ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۶ ہجری بذریعہ ڈاک مع پرچہ اخبار پہنچا مسرت ہوئی آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو گزند و آسیب ظاہر و باطن سے محفوظ رکھ کر اپنی محبت و رضا عنایت کرے اور آپ کی ذات و صفات کو خلائق کی اصلاح دارین و فلاح کونین کا ذریعہ بنا دے۔ آپ کے دو قطعہ مسرت نامجات یکے مرقومہ ہفتم رمضان شریف بذریعہ رجسٹری و دوم ہفدھم شوال بصحابت شیخ شفیع الدین صاحب سوداگر مع مبلغان تعدادی دو صد شش روپیہ پہنچے۔ آپ کے خط اول رجسٹری شدہ کا جواب بذریعہ ڈاک روانہ ہوا اور شیخ شفیع الدین صاحب کی معرفت کے خط کا جواب بھی مع رسیدات مبالغ ان کے ہی ذریعہ سے بذریعہ ڈاک ارسال ہو چکا ہے۔ اور تیسرا خط بدست عزیزم حاجی مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی و حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر دہلی ترسیل خدمت ہے۔ آپ کے خط کے مضامین دریافت ہونے سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کی اصلاح فرما کر آپس میں اتفاق و محبت بخشے۔ آپ نے جو میری صلاح و تحریر کے موافق تحریر جوابات و رد و کد سے سکوت اختیار کی ہے و اخلاق و صدق سے تحقیق مسائل کا ارادہ کر لیا ہے میں آپ کے اس نیک ارادہ و حسن نیت سے بہت راضی و خوش ہوں۔ اور آپ کی محبت و ارادت کا شکرگزار۔ حتی الوسع سوال و جواب سے بالکل کنارہ کرنا چاہیئے اگر اتفاق سے صورت تحریر و تقریر پیش آوے تو اس کو نہایت لینت و نرمی سے بہ نیت اصلاح و دفع مخالفت و رفع ابہام جواب دینا چاہیئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ صدق و اخلاص کو ہمیشہ غلبہ ہے آیندہ آپ اپنی طرف سے ظاہر و باطن آپس میں صلح و موافقت و دفع مخالفت و مخاصمت کی تدبیر و کوشش و نیت کرتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ نیک نیتی کا نتیجہ نیک ہوگا اور حظ وافی

وغیرہ کی کیفیت منور علی کے خط سے معلوم ہوگی۔ آیندہ میرے حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دنیا سے ساتھ ایمان اور اپنی رضامندی کے اٹھاکر اپنے صدیقین و مقربین کے زمرہ میں داخل کرے۔ اپنے فرزند و عزیزوں و میرے دوستوں و ملاقاتیوں کو بشرط ملاقات سلام علیک فرما دیجئے۔ فقط

عزیزم حافظ عبداللہ مرحوم نے شوال گزشتہ میں انتقال کیا۔ پہلے بھی اس کی اطلاع دی گئی ہے۔

از مکہ معظمہ بجدہم [۱] ۱۸ محرم سنہ ۱۳۰۷ ہجری

لفافہ:

بعونہ تعالیٰ درکیمپ میرٹھ لال کرتی بازار بکوٹھی حافظ عبدالکریم خان بہادر
ملک ہندوستان
بخدمت سراپا محبت و عنایت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
از مکہ معظمہ
ہفدہم ۱۸ محرم سنہ ۱۳۰۷

حاشیہ: [۱] عبارت میں ہجدہم لکھا ہے مگر ہندسہ میں ۱۸ ہی ہے۔

جناب مولانا صاحب مخدوم و معظم بندہ جناب مولوی [illegible] صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کی متبرک تحریر مبارک یاد فرمائی کمترین کی ہمیشہ سعادت و برکت کا باعث ہے
اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کے فیوض و برکات سے مستفید و مستسعد رکھے۔ حضور کے سب خطوط کے
جواب روانہ ہوئے ہیں اور پہلے خط کے جواب کی وجہ توقف کی عرض کرچکا ہوں اور
جواب بروقت روانہ ہوتے رہے ہیں۔ ایک قطعہ عریضہ معرفت جناب مولوی کرامت اللہ صاحب
دہلوی مع دو قطعہ استفتاء میلاد شریف و قیام وغیرہ و قطعہ کرامت نامہ جناب مولانا رحمت اللہ
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ملفوف بہ عریضہ مذکور ارسال خدمت عالی کیا ہے۔ جناب مولانا عبد الحق
صاحب نے بہ نسبت اثبات میلاد شریف وغیرہ ایک رسالہ حسب درخواست کے لکھا ہے وہ
بھی بذریعہ جناب مولوی صاحب ممدوح آپ کی نظر مبارک میں گزریں گے حضور اپنے اہتمام
سے اس کے مضامین عربی وغیرہ کا ترجمہ و شرح و حاشیہ بمصلحت جناب مولوی کرامت اللہ
صاحب فرمادیں۔ اور جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی تقریظ کی نقل اس میں سے اگر
ضرورت بھیجیں کرالیں۔ اور آپ اس رسالہ پر اور اپنی انوار ساطعہ پر ہندوستان کے
کل علمائے مقلدین سے تقریظ حتی الوسع ضرور لکھوالیں۔ آپ نے بعض علماء کے تقریظ لکھنے
کا حال لکھا بھی ہے لیکن اس میں صرف معدودے چند علماء کے نام تھے حتیٰ کہ مولانا قاری
عبد الرحمن صاحب پانی پتی جن کی تقریظ کی بہت ضرورت ہے نام نہ تھا۔ حضرت اقدس مخدوم
العالم سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کی محبت و ارادت کا تذکرہ اکثر فرماتے رہتے ہیں اور تذکرہ کے ساتھ
دعائے خیر و ہمت مقدس سے ہمیشہ مدد و برکت بخشتے رہتے ہیں۔ اور حضرت سیدی دعائی
ارشاد و ہدایت فرماتے ہیں کہ اگر آپ مطابق ہدایت و ارشاد و مشورہ حضرت مخدوم الملک
کے عمل کرتے رہیں گے تو ہمیشہ ان شاء اللہ تعالیٰ منصور و غالب رہیں گے۔ کمترین نے جناب
مولوی کرامت اللہ صاحب سے و جناب مولوی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی سے یہ عرض کیا

جناب مولانا صاحب مخدوم و محترم بندہ جناب مولوی عبد السمیع صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضور کی متبرک تحریر و مبارک یاد فرمائی کمترین کی ہمیشہ سعادت و برکت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کے فیوض و برکات سے مستفید و مستعد رکھے۔ حضور کے سب خطوں کے جواب روانہ ہوئے ہیں اور پہلے خط کے جواب کی وجہ توقف کی عرض کر چکا ہوں اور سب کے جواب بروقت روانہ ہوتے رہے ہیں۔ ایک قطعہ عریضہ معرفت جناب مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی مع دو قطعہ استفتار میلاد شریف و قیام وغیرہ و قطعہ کرامت نامہ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ملفوف بہ عریضہ مذکور ارسال خدمت عالی کیا ہے۔ جناب مولانا عبد الحق صاحب نے بہ نسبت اثبات میلاد شریف وغیرہ ایک رسالہ حسب درخواست کے لکھا ہے وہ بھی بذریعہ جناب مولوی صاحب ممدوح آپ کی نظر مبارک میں گزریں گے حضور اپنے اہتمام سے اس کے مضامین عربی وغیرہ کا ترجمہ و شرح و حاشیہ بمصلحت جناب مولوی کرامت اللہ صاحب فرما دیں۔ اور جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی تقریظ کی نقل اس میں سے اگر ضرورت سمجھیں کرا لیں۔ اور آپ اس رسالہ پر اور اپنی انوار ساطعہ پر ہندوستان کے کل علمائے مقلدین سے تقریظ حتی الوسع ضرور لکھوالیں۔ آپ نے بعض علماء کے تقریظ لکھنے کا حال لکھا بھی ہے لیکن اس میں صرف معدودے چند علماء کے نام تھے حتیٰ کہ مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی جن کی تقریظ کی بہت ضرورت ہے نام نہ تھا۔ حضرت اقدس مخدوم عالم سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کی محبت و ارادت کا تذکرہ اکثر فرماتے رہتے ہیں اور تذکرہ کے ساتھ دعائے خیر و ہمت مقدس سے ہمیشہ مدد و برکت بخشتے رہتے ہیں۔ اور حضرت سیدی و مولائی یہ ارشاد و ہدایت فرماتے ہیں کہ اگر آپ مطابق ہدایت و ارشاد و مشورہ حضرت مخدوم الملک کے عمل کرتے رہیں گے تو ہمیشہ ان شاء اللہ تعالیٰ منصور و غالب رہیں گے۔ کمترین نے جناب مولوی کرامت اللہ صاحب سے و جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی سے یہ عرض کیا

ہے کہ آپ لوگوں سے جہاں تک ممکن ہو اس بات کی کوشش کریں کہ جناب حضرت مولانا رشید احمد سلمہ جناب مولانا عبد الحق صاحب کے رسالہ پر صرف اس قدر بطور تقریظ تحریر فرما دیں کہ اگر مجلس میلاد شریف منکرات سے خالی ہو جیسا کہ مصنف رسالہ ہذا نے لکھا ہے تو میرے نزدیک بھی وہ مستحسن و مندوب ہے۔ مگر میں قیام میں بلا قیود کے اُن کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ بس اتنی تحریر سے بالکل اختلاف و فساد جاتے رہیں گے اور حضرت اقدس سے اور جناب مولانا صاحب ممدوح سے ان مسائل میں اختلاف ہونا جو مشہور ہے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اس مشورہ کو بہت پسند فرمایا۔ آئندہ تقدیر و مرضی مولیٰ (بر ہمہ اولیٰ)۔ آج کل طحطاوی یہاں صرف دو ایک نسخے ہیں اس لیے قیمت دو چند ہو گئی ہے یعنی پندرہ ریال قیمت ہے اور شاید تیس روپیہ کو جناب مولوی کرامت اللہ صاحب بھی خرید کر لے گئے ہیں اس کی قیمت بیس روپیہ اعلیٰ حضرت نے میرے پاس امانت کر دی تھی میں منتظر نئے نسخوں کے آنے کا ہوں، بعض نے وعدہ بھی کیا ہے۔ اگر حسب خواہ کوئی نسخہ مل گیا فبہا، ورنہ اس باب میں جیسا ارشاد ہو تعمیل کروں۔ پہلے قیمت سات آٹھ ریال تھی یہ معلوم ہوا کہ انوار ساطعہ مکرر چھپا یا کیا ہوا۔ جب چھپ جائے تو دو تین نسخے مجھے بھی عنایت فرمایا جائے۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سیدی و مولائی دام ظلہم کی مبارک تصنیفات کو میرٹھ میں ایک جا مجموعہ بنا کے چھاپا ہے احقر کو اس کی بڑی آرزو و تمنا ہے اگر مل سکے تو عنایت کیا جائے۔ زیادہ حد ادب و تسلیم و امیدوار دعا و جواب فقط

عریضہ کمترین منور علی عفی اللہ عنہ

از مکہ معظمہ بہ ہشتم[1] محرم سنہ ۱۳۰۷ھ ہجری

---

[1] حاشیہ: لفظوں میں بجائے ہشتم اور ہندسوں میں "۸" بھی لکھا گیا ہے۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا اخلاص و محبت عزیزم حاجی مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دوازدہم صفر ۱۳۰۷ھ کو مرحومہ مغفورہ گھر میں کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرما کر اس کا نعم البدل عنایت فرماوے مرحومہ کے متعلقین کو سخت صدمہ ہے۔ مرضی مولیٰ بر ہمہ اولیٰ۔ جتنی مصیبتیں ہیں اس کی حقیقت و معنی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمّ نوالہ فانی مصائب کے بدلے باقی اخروی نعمتیں اپنی رحمت و شفقت سے بندہ کو عنایت فرماتا ہے۔

نسخہ طحطاوی کامل چار جلدوں میں مجلّد خرید ہو کر بھیجی جاتی ہے۔ حتی الوسع غلطی دیکھ لی گئی ہے آئندہ آپ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت (سے) مطلع فرماتے رہیں۔ ایک قطعہ خط جناب مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کا بنام مولوی عبد الحکیم صاحب جاتا ہے آپ یہ خط اُن کے پاس پہنچا کر میرا اسلام اور یہ پیغام فرمادیں کہ جناب بی بی صاحبہ ممدوحہ کو بارِ امانت سے ہلکا کر دیں اور اُن کی حالت پر بغور خیال فرمادیں ہم لوگ تمام مسلمانانِ ہند اُن کے بزرگوار کے احسانوں و کرم (کذا) کے ممنون و مرہون ہیں اور حالات منور علی کے خط سے روشن ہوں گے اور جناب مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کی بڑی صاحبزادی کی نسبت بھی مولوی صاحب ممدوح سے سعی فرمانا وہ اور بھی زیادہ تکلیف و تنگی میں ہیں۔

فقط

دوازدہم صفر ۱۳۰۷ھ　　از مکہ معظمہ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زاد اللہ عرفانہ ومحبتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قبل اس کے چار قطعات خطوط آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے ہیں ایک قطعہ بدست حاجی مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی اور دو قطعہ بذریعہ ڈاک۔ ایک قبل روانگی مولوی صاحب موصوف و دوم بعد جانے مولوی صاحب کے۔ اور ایک قطعہ بدست حاجی محمد شفیع الدین صاحب سوداگر میرٹھ، اس سے سب حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔ انتظار جواب ہے۔ بالفعل ضعف و نقاہت بہت ہے اور ہمیشہ ترقی پر ہے، اب صبح و شام معلوم ہوتا ہے میرے حسن خاتمہ کی دعا کیجیے۔ اب حرم محترم میں بھی جانا صرف جمعہ کو ہوتا ہے ورنہ جانا موقوف ہوگیا۔ عزیزم حافظ احمد حسین صاحب کا نکاح بفضلہ ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ برندۂ رقیمۂ دعا مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب نمازی مکی بہت صالح و نیک متدین شخص ہیں کچھ اشیاء تجارت کی لیے جاتے ہیں، اگر آپ کی سعی و سفارش سے کچھ ان کی چیزوں کا بک جانا ممکن ہو تو آپ ان کے واسطے سعی فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مسلمان برادر مکی صالح کے ساتھ سعی کرنے کا اجر عظیم دے گا۔ آئندہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا خاتمہ بالخیر با ایمان کرے اور اپنے مقربین متقین کے زمرہ میں داخل فرمادے، زیادہ سلام و دعا۔ فقط

از مکہ معظمہ

۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ ہجری قدسی

برحاشیہ

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ عزیزم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ عربی میرٹھ جو علاوہ عالم و صالح جوان ہونے کے صاحب تاثیر و نسبت میرے خاص عزیزان سے ہیں میں اون کو آپ سے ملاتا ہوں۔ آپ ضرور اون سے ملتے رہیں اب کی دفعہ

سال بھر میرے پاس تشریف رکھا اور جب یہاں سے گئے تو آپ کی ملاقات کو گئے لیکن
آپ نے اون کو نہیں پہچانا اور نہ انھوں نے کچھ اپنا اظہار کیا۔ آپس میں ملنے جلنے سے ترقی
محبت وباعث زوال اختلاف ہوتا ہے اور آپ رسالہ مولود شریف مولفہ جناب مولوی
عبد الحق صاحب مولوی عزیز الرحمن صاحب کو دیکھنے کے واسطے دیں عجب نہیں ہے کہ
دہی لوگ بھی اس پر دستخط کردیں کہ باعث رفع اختلاف ہو۔

مرقومہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

مکرر یہ ہے کہ بعد تحریر اس خط کے دو خط اور روانہ ہوئے ہیں ایک بذریعہ خط
عزیزم حاجی مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی دوسرا بذریعہ خط عزیزم مولوی عزیز الرحمن
صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ عربی شہر میرٹھ۔ بہت دنوں سے آپ کے خط نہ آئے،
حالات معلوم نہ ہوئے، تعلق وانتظار ہے۔ اپنے قافلہ وجماعت وبرادران طریقت سے
اسباب مخالفت ومجادلہ کے دور ودفع کی کوشش واسباب مصالحت وموافقت کے پیدا
کرنے کی تدبیر میں ہمیشہ ہمت ونیت معروف رکھنی چاہیئے اور کوئی نئی تحریر اعتراضات
والزامات حسب وعدہ اشارۃً وکنایۃً کسی طور سے نہ لکھی جانی چاہیئے زیادہ سلام ودعا۔

فقط   المرقوم ۲۸ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ ہجری از مکہ معظمہ

محلہ حارۃ الباب

مکرر یہ ہے:

اور آپ نے بہ نسبت رسالہ مولوی عبد الحق صاحب کوئی رائے تحریر نہ فرمائی یہ معلوم
آپ کو پسند آیا یا کیا بات ہے، ضرور لکھنا چاہیئے۔

ازکمترین غلامانِ حضرت قطب زماں، منوّر علی عفی اللہ عنہ

بعد تسلیم مسنون کے عرض ہے کہ مضمون نامۂ والا حضرت سے روشن رائے عالی ہوگا امید کہ پہلے چار، پانچ قطعہ عرائض کے ارسال خدمت سامی ہوئے ہیں اس کی رسید سے سرفراز فرمایا جائے اور جناب مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب غازی کی یہاں کے صالحین میں سے منتخب بزرگ ہیں اطلاعاً عرض کیا ہے۔ نئی خبر یہ ہے کہ جناب مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و حافظ احمد صاحب صاحبزادہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے حضور میں اپنے اپنے عرائض بھیجے ہیں کہ ہم لوگوں کو بڑی آرزو ہے کہ سال دو سال خدمت میں حاضر رہ کر استفاضہ و استفادہ کریں۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں اپنا عمر و عذر ضعف و نقاہت و عدم صلاحیتِ تعلیم لکھ بھیجا ہے۔ ہر چند کمترین نے عرض کیا کہ ان بزرگوں کی تشریف آوری میں بہت سے ظاہری فائدے ہیں لیکن یہی ارشاد ہوا کہ کسی کو امیدوار کر کے بلانا مناسب نہیں جس حالت میں مجھے کسی شے کا کچھ اختیار نہ ہو۔ ان کو اختیار ہے کہ اگر تمنا و شوق ملاقات ہو آویں، حج کی نیت کر کے آویں۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد سمیع السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرر تحریر کی یہ وجہ ہے کہ فقیر کو مبلغ دو سو ساٹھ روپے حاجی محمد شفیع صاحب ساکن بڑھانہ کو دینا ضرور ہے لیکن یہاں سے اس وقت بھیج دینے کا کوئی عمدہ طریق و سبیل نہیں ہے۔ نہ یہاں سے منی آرڈر و ہنڈوی وغیرہ جاسکتی ہے نہ اور کوئی سبیل ہے اس لیے فقیر کی یہ خواہش ہے کہ آپ اس وقت دو سو روپے ان کو معرفت مولوی حاجی عبد الولید صاحب منصف بڑھانوی کی معرفت کسی سبیل سے بھیج دیں تو ہم اس کو یہاں سے آپ کے پاس کسی محتاج کی معرفت بھیج دیں گے۔ اور سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اکثر محتاج یہاں روپے اپنے ساتھ لاتے ہیں کہ دو سو روپیہ آپ کسی محتاج سے لے کر حاجی محمد شفیع صاحب کے پاس معرفت منصف صاحب بھیج دیں اور ہم کو اس کی اطلاع دیں کہ فقیر وہ روپیہ اُن حاجی صاحب کے حوالے کر دے اور چونکہ یہ روپیہ فقیر پر دَینِ واجب ہے اس لیے اس کی بہت تشویش ہے اور جلد ادا ہونا اس کا چاہتا ہے آپ اس میں ایسی کوشش فرمائیے کہ جلد وہ روپیہ اُن کے پاس پہنچ جائے اور جب اس کا بندوبست ہو جائے یا جو صورت ہو فقیر کو بہت جلد اس سے اطلاع دیجیے۔ کہ بصورت نہ ہونے کوئی صورت وہاں کی اور کوئی تدبیر اس کے ادا کی کی جائے اور حاجی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ اس طریقے سے ان کے پاس روپیہ بھیج دیے جائیں قصبہ بڑھانہ ضلع مظفر نگر مسجد کلاں بندیعہ ــــ

اس کی پیشانی پر غالباً حضرت مولانا عبد السمیع نے اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی ہے:

"کل ہی سہارنپور سے ڈاک میں پہنچا۔ ۵ رمضان ۱۳۰۷ھ۔ لیکن یہ رقم کیا ہوا ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ کا ہے۔"

حافظ عبداللہ صاحب اور ایک خط بنام جناب مولوی عبدالحکیم صاحب جاتا ہے اُن سے جواب لے کر جلد روانہ فرمادیں۔

سب عزیزوں کو دعا و سلام۔ فقط

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹

مکرر یہ ہے کہ آپس میں موافقت و مصالحت کی کوشش و تدبیر کرنی چاہیئے و حتی الوسع اسباب اختلاف و نااتفاقی دور و دفع کرنا چاہیئے عزیزم حاجی مولوی عزیزالرحمن صاحب جو عالم، متقی و جوانِ صالح ہونے کے سوا صاحب تاثیر و کیفیت فقیر کے عزیزان خاص میں سے ہیں اور میرٹھ کے مدرسہ عربی کے مدرسِ دوم ہیں۔ چونکہ آپ بھی میرے عزیز خاص و رفیق مخلص ہیں اس لیے فقیر اُن کو آپ سے ملاتا ہے۔ آپ آپس میں آمد و رفت و میل جول رکھیں وہ جب یہاں سے گئے تھے تو آپ کی ملاقات کو بھی گئے تھے لیکن آپ نے اُن کو نہیں پہچانا نہ انھوں نے اپنا اظہار کیا۔ وہ ایک سال اس دفعہ بھی یہاں سے رہ کر گئے ہیں اور کچھ دنوں پہلے بھی یہاں رہے ہیں۔ زیادہ والسلام اپنے فرزند کو دعا کہ دیں۔ فقط

اور سب اعزہ احباب کی خدمت میں سلام و دعا فقط اور رسالہ میلاد شریف مولفہ جناب مولوی عبدالحق صاحب مولوی عزیزالرحمن صاحب کو دیکھنے کے واسطے دیں۔

فقط

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از طرف فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت بابرکت جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نامہ مورخہ ۲۰ رجب ۱۳۱۰ھ مع ایک پرچہ مطبوعہ محبوب المطابع شہر میرٹھ جو فقیر کے خط سے منسوب ہے جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے ہاتھ پہنچا۔ اس کی اصلی کیفیت یہ ہے کہ ایک عرصہ سے بباعث ضعف بصر اپنے ہاتھ سے تحریر موقوف ہے دوسروں کو مضمون بتا دیتا ہوں اس خط میں یا کاتب صاحب سے بمقتضائے بشریت سہو ہوا ہے کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان یا فرط محبت وبہ نیت خیر خواہی اپنی تحقیق کے موافق لکھا ہے۔ سوء ظن کسی سے جائز نہیں۔ اِنَّ بعضَ الظنِّ اِثمٌ۔ خصوصاً کاتب صاحب سے کہ ایک متورع عالم ہیں اور یہ تحریر جس کی بعض جا تصریح ذیل میں ہے فقیر کے قول وعمل کے موافق نہیں ہے۔ فقیر کو علماء کی باہمی نزاع میں مداخلت سے کیا علاقہ ہاں فقیر کا یہ مسلک ضرور ہے کہ اہل اسلام کی تکفیر پر جرأت نہیں کرتا بلکہ اس سے تنفر قلبی رکھتا ہے۔ اور اس میں صرف اوقات کو حماقت بلکہ خسران وخذلان کا موجب سمجھتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو تاویل کو محبوب سمجھتا ہے بشرطیکہ سوادِ اعظم کے خلاف نہ ہو اور فقیر مُصلح بین المومنین کا بدل خواہاں ہے اور اپنے احباب کو بھی فقیر کی یہی وصیت ہے کہ نزاع سے کنارہ کش رہیں اور مسائل مختلفہ فیہا میں سوادِ اعظم کی اتباع کریں اگرچہ وہ مسئلہ اپنی تحقیق کے مخالف ہو کیونکہ سواد اعظم علماء ومشائخ کا خلاف تنزل مرتبہ ایمانیہ کا موجب وانحطاط کمالات کا ثمر ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ فقیر کو اپنی تکفیر کا غم نہیں بلکہ اپنے نفس کی خرابیوں کا خوب ماہر ہے اگر فقیر کی تکفیر کا فتویٰ لکھا جائے تو فقیر اپنے تئیں اکفر لکھ دیوے گا۔ علاوہ ازیں اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ کافر ہوں تو تمام کا مومن کہنا مجھے مفید نہیں۔ اس خط

نقل از منظوم ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۳ ہجری ص ۳۲۵ ــ ۳۲۶

میں جو فقیر کے خلاف ہے اس کی تصریح کرتا ہوں:

جواب اوّل میں امکان و وقوع کا فرق بتا دیا گیا ہے۔ فقیر کو اس سے اتنا معلوم ہوا کہ کذب کا نقائص میں ہونا متفق علیہ ہے، پھر ذات مقدس باری تعالیٰ کی طرف نقص کا استناد کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ گو بر سبیل امکان ہی ہی۔

جواب ثانی میں آیۂ انما انا بشر مثلکم الخ کا منکر کوئی اہلِ اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہیں انکار اس بات کا ہے کہ کوئی بشر سمجھ کر بڑا بھائی کہنے لگے یا مثل اس کے اور کلمۂ گستاخی زبان سے نکالے یہ البتہ موجب خذلان ہے۔ فقیر کے اعتقاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور باعث ایجاد کائنات۔ مصرع: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جواب ثالث کی تصریح یہ ہے کہ فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع ہیئت کذائی معمولہ علمائے ثقات وصلحاء، ومشائخ کرام بارہا اقرار کر چکا ہے اور اکثر اس کا عامل ہے جیسا کہ فقیر کی دیگر تقریرات وتحریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے۔ فقیر کو اس مجلس شریف کے باعث حسنات وبرکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض وانوار وبرکات ورحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

جواب رابع میں فقیر کا یہ عقیدہ ہے کہ علماء حرمین شریفین کی توہین شمہ بھر جائز نہیں اور اُن کا اتفاق کسی مسئلہ شرعی میں حجت سمجھتا ہوں جیسے کہ بزرگانِ سلف لکھتے آئے ہیں۔

جواب خامس، فقیر ہمیشہ سے حنفی المذہب وصوفی المشرب ہونے کا مدعی ہے اگرچہ اپنے دعوے میں کامل نہ ہو فقیر تقلید کو واجب جانتا ہے اور اس بات کو اچھا نہیں جانتا ہے کہ کوئی حنفی المذہب ہو کر کسی ایسے مسئلہ کی تائید کرے جس میں حمایت لامذہبی پائی جاوے اور عوام ضلالت میں پڑیں۔

(آئندہ نزاعی تحریرات میں فقیر سے استفسار نہ کیا جاوے ورنہ جواب سے

والسلام

نقرقائم رہے گا۔

اللّٰھُمَّ یاربِّ بجاہِ نبیّک المصطفیٰ وَرسولک المرتضیٰ طہّر قلوبنا مِن کلّ

نصفٍ یُباعِدُنا مِن مُشاھدتک ومحبّتک وامتنا علی السُّنّۃِ والجماعۃِ والشوقِ

الی لقائک یاذَا الجلالِ والاکرام، وَصلّی اللہ علی سیّدنا وَمولانا محمّد وعلی

آلہٖ وَصَحْبِہٖ وسلّم تسلیماً اَلحمدُ للہ ربّ العالمین۔   فقط[1]

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی

۱۲۷۹ھ

---

[1] عبارت بین القوسین انوار ساطعہ (۳۲۶ ص) میں نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمات عزیزم پیرجی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی وعزیزم مولوی محمود حسن صاحب
دیوبندی سلمہما اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمام بلاد وممالکِ ہند سے مثلاً بنگال وبہار ومدراس ودکن وگجرات وبمبئی
وپنجاب وراجپوتانہ ورامپور وبہاولپور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز وحسرت خیز اس
قدر آتے ہیں کہ جس کو سن کر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوتی ہے۔ اس کی علت یہی
براہین قاطعہ ودیگر (ایسی ہی) تحریرات ہیں۔ یہ آتشِ فتنہ انوار ساطعہ کی تردید سے
مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اس کی حمایت (میں کھڑا ہوگیا) فقیر نے صرف اس کے دو مسئلوں پر یعنی
مجلس میلاد شریف وفاتحہ پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی مقبولیت
عطا فرمائی کہ تمام ممالک کے علماء ومفاتی نے ساری کتاب کو تہہ دل سے پسند فرما کر اس
پر اتفاق کیا۔ آپ اس کے ہر فقرہ کی تردید کے ایسا درپے ہوئے کہ معاذ اللہ امکانِ کذب
باری تعالیٰ تک کے قائل ہو گئے۔ اور یہ بلا ایسی عالمگیر ہوئی کہ سب قصے مولود شریف
وغیرہ کے دب گئے اور اس مسئلہ کا چرچا ہر شہر، ہر قریہ میں حتیٰ کہ حرمین شریفین ——
زادھما اللہ تشریفاً وتکریماً ممالک غیر میں بھی پھیل گیا اور آپ کی تحریر کی بدولت علمائے کبار
پر اشاعت کے ساتھ تکفیر ہونے لگی۔ آپ صاحبوں کو اللہ تعالیٰ نے دولت علم وفضل سے
مشرف ومکرم کیا ہے مجھ جیسے کو کچھ نصیحت ووصیت کرنی حکمت بہ لقمان آموختن کی مثل
ہے۔ لیکن بباعثِ جوش محبت وبمقتضائے جذب یک جہتی اپنی ناقص عقل کے موافق بنظر
خیرخواہی۔ الدین النصیحۃ۔ ولا یؤمن احدکم حتی لا یحب لاخیہ ما یحب
لنفسہ۔ کچھ تحریر کرنا ضرور ہوا۔

فقرات قوسین کا اقتباس رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ مطبع مجتبائی ۱۳۰۷ھ ص ۳۶-۳۷
سے ہوا ہے۔

عزیزم! ایسا مسئلہ جس سے عوام کا فہم اُس کی تفہیم سے قاصر ہو یا کوئی نقصان و فتنہ کا خوف ہو یا بہ نسبت فائدہ کے ضرر زیادہ متصور ہو، اس کو شائع کرنا خلافِ مصلحت ہے وممنوعِ شرعی۔ جب خود شارع صلی اللہ علیہ وسلم صاحب السیف و صاحب السلطان نے خلاف بنائے ابراہیمی علیہ السلام کے کفار کے بنائے ہوئے قبلہ کی مصلحتِ وقت کے باعث اصلاح نہیں فرمائی، بخوف فتنہ کعبۃ اللہ ایسی اسلام کی بنیاد کو اپنی حالتِ ناتمام پر چھوڑ دیا، تو ہم ایسے ضعیف و بے حقیقت کو یہ امر خلافِ مصلحت کرنا کب سزاوار ہے؟

مقبولیت ہر عمل کی عند اللہ و عند الناس صدق و اخلاص سے ہے، علامتِ اخلاص تحریر و تحقیق مسائل میں (یہ ہے کہ) حسنِ خُلق و لینت سے بغرضِ استفادۂ خلق ہو، کسی کا ساکت کرنا یا نقصان و عجز ظاہر کرنا (یا اپنے) فضل و برتری کا اظہار نہ ہو، نہ اپنے کلام کی تائید کے درپے ہو، نہ مجادلہ و نہ مراء ہو (جب کسی) کی رائے کسی حُجت و دلائل کی وجہ سے اُس کی تحقیق کے خلاف ہو تو اس سے ضد و بُغض و عناد نہ ہو اور نہ اس کی نسبت الفاظ توہین و تحقیر کے مستعمل ہوں۔

عزیزم! یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ ایک چھوٹا سا گروہ تو اپنے کو برسرِ صواب و حق و ہدایت کے سمجھے اور دنیا کے علماء و صلحاء کو جمہور و سوادِ اعظم کو خطا و ناحق و ضلالت پر جانے۔ کیا انسان سے خطا و غلطی نہیں ہوتی؟ تو یہ انصاف کی بات ہے کہ جو کچھ زبان و قلم سے نکل جائے اُس کی تائید میں عمر بھر اپنی ہمت مصروف کر دی جائے؟ دیانت و حقانیت و عند اللہ و عند الناس بڑی قدر و بڑی کمال کی یہ بات ہے کہ جب اپنے قول کی غلطی ظاہر ہو جائے تو اُس سے رجوع کیا جائے۔

عزیزم! کیا کسی عالم کو یہ حق ہے کہ دوسرے علماء کو اپنے اتباعِ رائے کے واسطے پابند و مجبور کرے؟ پھر بار بار ایک مسئلہ کو لکھنا کس مصلحت سے ہے؟ اس نصِ صریح کے خلاف (لَا تُمَارِ أَخَاكَ) اپنے عالم بھائیوں کی بات کاٹنی، تردید کرنی (آپ جیسے) متین عالم کو کب لائق ہے۔ ویسا ہی اپنی تحریر و تقریر کو مجادلہ بنانا اور (. . . .) اس حکم کے (مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ) کرنا کب زیبا ہے؟

آپ صاحبوں کی عالی شان یہ ہے کہ اس حدیث شریف پر عمل ہو (مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ يُحِقُّ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُبْطِلٌ بُنِيَ بَيْتٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ)

عزیزم بہت بڑا شرک اللہ تعالیٰ اور رسول کے احکام مقدس میں اپنی خواہش نفس کو شریک کرنا ہے اور اپنے نفس کے مطابق احکام شریعت کی تاویل کرنا ___ نفس کو شریعت کے تسلیم و متبع کرنا سچا اسلام ہے و اطاعت احکام الٰہی میں نفس کو فنا کرنا عالی مقام ہے۔ آپ علماء چراغ ہدایت ہو کر سب لوگ آپ صاحبوں سے نور حاصل کریں بشرطیکہ وہ نفسانیت سے اُس میں ظلمت کو راہ نہ ہو۔

عزیزم جائے غور ہے کہ جب ایک عالم معتمد علیہ و مقتدائے وقت ہو اور خلق اللہ اُس کی ہدایت و فیوض ظاہر و باطن سے مستفیض اور ہزاروں فائدوں سے مستفید ہوتے ہوں پس ایسے عالم ہادی زماں کو ایک ایسے مسئلہ غیر ضروری کا اظہار و اشاعت جس کے فہم کا عوام متحمل نہ ہو سکے اور اس کے باعث خلق میں انتشار پیدا ہو کر مخالف و بدظن و بدعقیدت ہو جائیں اور اس کے فیوض و فوائد عظیمہ و برکات ظاہر و باطن سے محروم ہو جائیں تو کتنے بڑے نقصان و ضرر عظیم کا باعث ہے اور مصلحت وقت کے خلاف ہے۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مقرب صحابی کے قرآن شریف کے تطویل قرأت کو باعث انتشار جماعت سمجھ کر یہ ارشاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم زجراً ہو (أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذُ) تو انتشار (   ) کس مصلحت سے ہے۔ اور جب فقیر کے پاس بھی شکایتیں جا بجا سے پہونچیں تو فقیر نے اس سوء ظن کے (دور کرنے) کو ایک مضمون مطابق عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے جس کو اس شعر مثنوی شریف کی شرح سمجھنی چاہیئے (شعر)

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است   گر بما نسبت کنی کفر آفت است

اپنے عزیز سلمہ کو لکھنے کو بتلا دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف استناد کذب من حیث خالقیت کے ہو سکتا ہے۔ بفحوای (القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ) و من حیث فاعلیت نہیں ہو سکتا۔ خالقیت و فاعلیت میں فرق بیّن ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ مستجمع کمالات ہے وہاں نقائص کا امکان و وقوع دونوں ممتنع

ہیں وخلاف عقائد اہل سنت وجماعت ۔ اب عزیز نے تقریر مذکور کو فقیر کے مسلک کے خلاف اپنے طور پر لکھ کر باوجود فقیر کی ممانعت کے طبع کراکر مشتہر کرایا، اس توجیہ القول بما لا یرضی قائلہ سے یہ حاصل ہوا کہ فقیر کو بھی اپنی نیک نامی میں شریک کرنا چاہا۔

عزیزم، اس مسئلہ خلاف عقائد علمائے جمہور کو بار بار لکھ کر یہاں تک بدنام کر دیا کہ جن علماء کا نام بڑے ادب و عزت سے لیا جاتا تھا اور ہر قول و عمل مستند عالم تھا ان کی تحقیر نے تکفیر تک کی نوبت پہنچائی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اور ان وجوہ سے اب لوگ (علمائے) دیوبند وغیرہ کے بھی مخالف و دشمن بن گئے اور اس کی خرابی کا منصوبہ وتدبیر کرنے لگے ۔ ان (. . . . .) بہت سی بدظنیاں پھیل گئی ہیں کہ ان میں سے ایک کا ذکر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں کچھ روپے حیدرآباد کی جانب سے مستحقین کو تقسیم ہوئے عزیزم مولوی رفیع الدین صاحب سلمہ کو باوجود سفارش ثقات اور رجوع کرنے اس وہم کے نہیں دیا گیا کہ مدرسہ دیوبند کے مہتمم گروہ وہابیہ میں سے ہیں۔ ان بدظنیوں سے مدرسہ کی بھی خیر نہیں معلوم ہوتی۔ وہ مدرسہ کہ کس خلوص سے قائم کیا گیا تھا اور کیا نام وعزت حاصل کر چکا تھا اور کیسا معتمد علیہ و نافع خلائق ہو گیا تھا اب وہ بھی چراغ سحری سا معلوم ہوتا ہے۔ بڑی عبرت و حسرت کا مقام ہے اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔

فقیر نے ابتداء ہی میں منع کیا تھا کہ نزاعی تحریرات میں فتوے سے کنارہ کیا جاوے اور وہابی و غیر مقلد کے دستخط و مہر کیے ہوئے فتوے پر دستخط و مہر نہ کی جاوے۔ اس پر محققین نے اعتراض کیے کہ اثبات حق کی ممانعت کی جاتی ہے۔ اب بخلاف مصلحت اثبات حق کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزار خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ کینہ، حسد، بغض، عداوت، غیبت، مجادلہ، مراء، نفسانیت، تعصب، تائید کلام، اختلاف باہمی، انتشار، طمع خلق، نخوت، قطع اخوت و اتہام خلق و بدظنی، سامان زوال مدارس۔ جو اکثر ان میں سے گناہ کبیرہ ہیں۔ اور بالخصوص ہندوستان میں سیکڑوں مذاہب کفریہ و عقائد باطلہ، مخالف دین و بیخ کن اسلام ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور کیسے کیسے الزام و اعتراض و شبہات و شکوک مذہب اسلام پر وارد کرتے جاتے ہیں کہ اس سے ہزاروں مسلمان کوئی شبہ و شک میں، کوئی متردد

ومتوہم کوئی مرتد تک ہوتے جاتے ہیں (پس ایسے) وقت میں آپ علماء پر فرض ہے کہ آپس کے جھگڑوں سے کنارہ کر کے سب متفق ہو کر اُن کے (شکوک) وشبہات کو دینِ اسلام پر سے اٹھا کر خلق کو اطمینان و تشفی دیتے رہیں۔ دیکھو ابھی مذہب آریہ والوں نے ایک رسالہ مسمّیٰ تکذیب براہین احمدیہ کیسی توہین و تحقیر اسلام کے ساتھ چھاپ کر تمام دنیا میں مشتہر کیا ہے پس ایسے وقت میں آپس کے مجادلہ کی جگہ اس کی تردید کرنی چاہیئے اور قرآن شریف کی خوبیاں و فضائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و مکارم اخلاق و محاسن اوصاف کو ہر مقام و ہر شہر و قریہ میں نہایت زور و شور سے مشتہر کرنا چاہیے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد اوصاف و مکارم اخلاق کو مشتہر و اشاعت کرنے کے لیے ہر مقام میں ایسے مضامین میں مجلس مولود شریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ و مستحسن وسیلہ ہے۔ اب ان شاء اللہ تعالے یہ فقیر کی اخیر تحریر ہوگی۔ تمہارے حسن خُلق کے اعتماد پر یہ جراُت ہوئی ہے (اگر) کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرماؤ۔ اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ فقط

از مکہ معظمہ

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ

مہر

محمد امداد اللہ
فاروقی
۱۲۷۹

فاعلیت نہیں ہو سکتا خالقیت و خدا خلیقیت میں فرق نہیں اس طرح کیونکہ ذات باری تعالیٰ
مستجمع کمالات ہے و ممکن نقائص کا امکان و وقوع دونوں ممتنع ہیں و خلاف عقائد اہل سنت
و جماعت اب عزیز نے تقریر مذکور کو فقیر کے مسلک کے خلاف اپنی طرف سے لکھ کر باوجود فقیر کی
ممانعت کے طبع کرا کر مشتہر کر دیا اس توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے جاہل ہو اگر فقیر کو بھی
اپنی طرف سے منسوب کیا جائے — عزیز اس مسئلہ خلاف عقائد علماء و جمہور کو بار بار لکھ کر
بدنام کر دیا کہ جن علماء کا نام بڑے ادب و عزت سے لیا جاتا تھا اور ہر قول و عمل مستند جانا تھا
تحقیر و تکفیر تک کی نوبت پہنچائی (انا للہ و انا الیہ راجعون) — اور ان وجوہ سے اب تو
دیوبند وغیرہ کے بھی مخالف و دشمن بن گئے اور اس کی خرابی کا منصوبہ بنا کر بیٹھ گئے اللہ خیر کرے
بہت سی بدگمانیاں پھیل گئی ہیں ان کا دیکھیے ایک کا ذکر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں کپڑا جو دیوبند
کی جانب سے مستحقین کو تقسیم ہونے کو آیا مولوی رفیع الدین صاحب مسلمہ کو باوجود سفارش ثقات اور
اور رفیع [illegible] ہے نہیں دیا گیا کہ مدرسہ دیوبند کے مہتمم گروہ دیوبندیہ میں سے ہیں ان سے منسوب ہے
مدرسہ کی بھی خبر نہیں معلوم ہوتی — وہ مدرسہ کہ کس خلوص سے قائم کیا گیا تھا اور کیا نام و عزت
حاصل کر چکا تھا اور کیسا مستند علماء و نافع خلائق ہو گیا تھا اب وہ بھی چراغ سحری سا معلوم ہوتا ہے
ان کی عزت و حرمت کا مقام ہے اللہ تعالیٰ رحم فرماوے — فقیر نے ابتدا ہی میں منع کیا تھا کہ نزاعی امور
میں فتووں سے کنارہ کیا جاوے اور دہلی وغیرہ مقلدین کے دستخط و مہریں لے کر ہو گئے فتوی پر ...
و مہریں لگوائی — ہر محققین نے اعتراض کرکے کہ اثبات حق کے ممانعت کیسی ہے — اب خلاف
مخالف اثبات حق کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزار خرابیاں پیدا ہوگئیں — کینہ — حسد — بغض —
غیبت — مجادلہ — مزاحمت — نفسانیت — تعصب — تائید کلام — انتشار
انتشار طبع و خلق وغیرہ — قطع الفت — اتہام خلق — بدظنی — سامان زوال
جو ان کے گناہ کبیرہ ہیں — دیکھو ہندوستان میں ... مذاہب کفریہ و عقائد باطلہ
مخالف دین و بیخ کنی اسلام ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور کیسے کیسے الزام و افتراق
و شبہات و شکوک مذہب اسلام پر وارد کرتے جاتے ہیں کہ ادنیٰ ہزار ہا
لوگ شبہ و شک میں کوئی متردد و مشتبہ ہو کوئی مرتد تک ہوتے جاتے ہیں
وقت میں آپ علماء پر فرض ہے کہ آپس کے جھگڑوں سے کنارہ کرکے سب متفق ہو کر ان
شبہات کو دین اسلام پر سے اٹھا کر خلق کو اطمینان و تشفی دیتے ہیں دیکھو
ایک مذہب آریہ والوں نے ایک رسالہ مسمی تکذیب براہین احمدیہ کیسے توہین و تحقیر
اسلام کے ساتھ چھاپ کر تمام دنیا میں مشتہر کیا ہے بھلا ایسے وقت میں آپس کی

(۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا برکت و محبت عزیزم مولوی الحاج عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسرت نامہ مورخہ ۲۰ رمضان شریف بذریعہ رجسٹری ورود مسرور لایا ممنون و مشکور ہوا خیر و عافیت دریافت کر کے مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو بدین محبت و اخلاص کے (آسیب زمانہ سے مامون رکھ کر درجات عالیات و قرب مراتب دارین عطا کرے۔ الحمد للہ خوشی ہوئی کہ اکثر میری ضروری تحریریں آپ کو مل گئیں لیکن ویسا ہی یہ سن کر اس) بات کے سننے سے رنج و افسوس ہوا کہ بہت سی تحریرات آپ کی فقیر تک نہ پہونچی اس لیے حیرت و تعجب تھا کہ کیوں بہت دنوں سے آپ کی خط و کتابت موقوف تھی۔ آپ کا محبت نامہ مرقومہ نہم شعبان بذریعہ رجسٹری پہنچا اس کا جواب مفصل اخیر رمضان شریف میں بذریعہ ڈاک مکہ معظمہ ارسال خدمت ہوا۔ آپ کے ضعف دماغ و چشم کو سُن کر افسوس ہوا اللہ تعالیٰ صحتِ کلی جسمانی و روحانی آپ کو عنایت فرماوے۔

مولوی عبدالحی صاحب کو اگرچہ خط سفارش دیا گیا تھا لاکن فقیر کو بھی اُن سے واقفیتِ کلی نہیں ہمیشہ سے فقیر کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی اپنی حاجت پیش کرتا ہے تو مجبور ہو جاتا ہوں، حتی الوسع اس کی حاجت روائی کی تدبیر کر دیتا ہوں یا تبلا دیتا ہوں، ہنوز وہ یہاں نہ آئے آپ کے خط نہ پہنچنے کا خصوصاً میرزائی و پاپجامہ پنبی نہ پہنچنے کا افسوس ہوا۔ اب بباعث ضعف ایسے کپڑوں کی حاجت بھی پڑتی ہے اور یہاں ایسی چیزیں ملتی بھی نہیں بہر کیف ہماری اور تمہاری جان کا صدقہ گیا، آپ جو از راہ محبت میری خاطر داشت کا بہت کچھ خیال رکھتے ہیں میں تہہ دل سے اس کا شکر کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں، آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کے ساتھ جو سلوک و عنایت میری خاطر سے کی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا جزائے خیر عنایت کرے

ابھی ایک مہینہ حجاج کے آنے کے دن اور باقی ہیں شاید اخیر میں آجائیں خدا جانے اب تک کس مانع کی وجہ سے (   ) حاجی محمد شفیع صاحب بڑھانوی کے قرض کے ادا کر دینے کی صورت معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو (اس کا اجر عطا فرمائے) میاں وحید الدین صاحب سلمہٗ کو مکروہات و تشویشات دارین سے محفوظ رکھ کر جمعیت صوری و معنوی و صلاح و فلاح دارین عطا کرے۔ آپ میاں موصوف کی خدمت میں بعد سلام و دعا فقیر کی طرف سے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کریں اور یہ فرمادیں کہ فقیر ہمیشہ اپنے عزیزوں و محسنوں کے واسطے خصوصاً ایسے اہل خیر و باہمت کے لیے دعا کرتا ہے اور ان کا یہ احسان عظیم اور بھی زیادہ تر اس امر کا تاکید کرنے والا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے تمام خاندان کو شر و فساد سے، حاسدوں و مفسدوں کے محفوظ رکھے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہے گا۔ چونکہ آپ و مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ایک شہر میں رہتے ہیں اسی خیال سے یہ مشورہ دیا گیا کہ آپس کی ملاقات و میل جول سے محبت پیدا ہوتی ہے لیکن جب کسی مانع و عذر کے باعث اس کی امید و توقع نہیں یا کوئی کسر شان و خفت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ہرگز مصلحت نہیں ہے۔ اپنی خودداری کے خلاف کوئی برتاؤ مناسب نہیں اور آپ کو در منظم رسالہ جناب مولوی عبدالحق صاحب سلمہٗ کا بعد چھپنے کے (   ) ان کے پاس بھیجنا کچھ ضرور نہیں ہے اگر مناسب و مصلحت وقت ہوگا تو عزیزم مولوی کرامت اللہ صاحب (   ) بھیجدیں گے۔ اور فقیر کے نام سے جو ایک خط مسئلہ امکان کذب کی نسبت چھپا ہے اس کی مفصل کیفیت اور مع نقل خط ثانی مولوی نذیر احمد خاں صاحب مع نقل اس کے جواب کے پہلے خط میں ان کی خدمت میں روانہ ہو چکا ہے پھر بھی اس کی نقل بجنسہٖ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔

اگر مناسب سمجھا جائے تو اس کو ہی یا مولوی نذیر احمد خاں سے نقل و اجازت لے کر طبع کرادو۔ اور حالات منور علی کی تحریر سے روشن ہوں گے۔ مولوی عبدالرحمٰن غازی کی کبھی کہ معظمہ سے باہر نہ گئے اس لیے کوئی تجربہ دنیاوی و مصلحت وقت اچھی طرح سے نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکلوں کو آسان فرمادے۔

اور اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ جو خط میرے نام سے مولوی عزیز الرحمٰن وغیرہ نے چھپوایا ہے وہ احقاق حق کی نیت سے ظاہراً نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ میری مرضی کے خلاف چھاپا ہے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ اپنے مطلب و غرض کے موافق اکثر خلاف مرضی میری ہے اس لیے کہ کاتب اس کے خود مولوی عزیز الرحمٰن تھے۔ میں نے لکھ کر بھیجا تھا کہ مجھ کو اس کا مضمون یاد نہیں جو میں اجازت طبع دوں اور بھی نہ طبع کرنے کے بہت سے وجوہ لکھے تھے مگر خود رائی سے اس کو جو حقیقت میں انہیں کی تحریر ہے چھاپ دیا۔

حافظ عبد اللہ صاحب مرحوم کے اسباب و سامان سب بیچ دیے گئے اور تجہیز و تکفین (کے بعد) جو کچھ روپے باقی رہے ایک رُبع اُن کی بی بی کو سہام شرعی دیا گیا اور اب تین ربع یعنی ایک سو پچیس ماعہ (ڈیڑھ) آنہ میرے پاس امانت ان کی اور ورثہ کا حصہ ہے۔ ان کے وارث شاید بہن یا بھانجی یا بھتیجی کوئی ہے کہ ان سے حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی خوب واقف ہیں اور آپ کی سرکار سے یعنی میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کے عہد سے کچھ وظیفہ بھی ان کے ورثہ کا مقرر ہے تو وہاں سے بھی حال معلوم ہو سکتا ہے جب کسی مد کا روپیہ یہاں بھیجنا ہو تو اس قدر روپیہ یعنی ایک سو پچیس ماعہ ۱؍ ڈیڑھ آنہ ان کے ورثہ مستحق کو دے کر مجھ کو اطلاع دو کہ میں اس کے موافق کاربند ہوں۔

بخدمت حافظ صاحب عبد الکریم خاں بہادر سلام مسنون کے بعد فرما دو کہ میں کبھی دعائے خیر سے غافل نہیں ہوں اور یہی بخدمت مولوی عبد الحکیم صاحب سلام مسنون و آرزوئے ملاقات کے (بعد) یہ التماس ہے کہ ہنوز کوئی نامہ ان کا نہ پہنچا ہے اور نہ کسی کی معرفت کچھ پیغام آیا ہے۔ آپ اپنے فرزند اور اپنے اور میرے احباب کی خدمت میں سلام و دعا فرما دو۔ آئندہ فقیر کے حسن خاتمہ کے واسطے دعا کرو۔ چونکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مجھ کو ہمیشہ تقاضا کرتی ہیں کہ میں مریض رہتی ہوں اور مجھ کو اپنے پوتے پر کچھ اطمینان نہیں ہے اس لیے میں مولوی عبد الحکیم صاحب کی امانت سے بہت متفکر و مضطرب (ب) رہتی ہوں اسی وجہ سے مجھے بار بار مولوی صاحب کو یاد دلانا ہوتا ہے۔ آپ یہ پھر ان سے (. . . .)

مگر یہ ہے کہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب کی صاحبزادی کا خط بنام مولوی عبدالحکیم صاحب جدا جاتا ہے اس خط ( ) یہ واقع ہوا کہ وہ طہارہ میں گئی تھیں اس عرصہ میں ان کا پوتا آکر ایک صندوقچہ امانتی مولوی صاحب اٹھا لے گیا وہ اطلاع کر چکی۔ اس طرح سے وہ لڑکا خراب محل میں برباد کر دیا گیا۔ حاصل اگر ان کو یہی منظور ہے تو بی بی صاحب کو اجازت دیں کہ وہ اپنے مصرف میں لاویں (... برجا شیم) مقابلہ کر سکتی ہیں وہ بے چاری کی جان کا دشمن ہو رہا ہے مرزا صاحب کے متروکہ کو خراب کر دیا اس امانت کو اپنی جان کے ساتھ رکھتی ہیں کہیں لحظہ بھر کو نہیں جاتی یہاں ہر قسم کی مفتاحیں ملتی ہیں اس نے رکھ چھوڑی ہے جب فرصت پاوے گا باقی کو بھی یوہیں برباد (. . .) رکھا ہے کہ نہ اس کی نسبت کچھ کرتے ہیں نہ کچھ بولتے ہیں ( ) کرتی ہیں، ضرور جواب چاہیئے۔

یکے از کمترین غلامان منور علی تسلیم مسنون و آرزوئے دست بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ سابق نامہ سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ حضور کی اکثر باتوں کا جواب قبل میں بجواب گرامی نامہ مورخہ نہم شعبان لکھا جا چکا ہے۔ باقی حالات جناب حضرت اعلیٰ اقدس دام ظلہ کے کرامت نامہ سے روشن ہوں گے۔

پہلے جو لفافہ بذریعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نیازی بھیجا گیا ہے اس میں ایک خط بنام مولوی عزیز الرحمٰن صاحب تھا جس کو جناب نے ان کے پاس پہنچا بھی دیا، اس لفافہ بھیجنے سے یہی غرض تھی کہ حضور کے ملاحظہ مبارک میں (. . .) سہو سے ایسا نہ لکھا بلکہ جب حضور نے رقم فرمایا کہ میں نے اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بجنسہ (. . .) پاس بھیجدیا تو حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ نے بطور الزام بندہ کو فرمایا کہ کیوں اجازت نہ لکھی؟ اس خط میں بھی تاکید (. . .) مولوی نذیر احمد خاں کا جواب نہ چھاپا جائے اور نئی تحریرات و تردیدات و طول مباحثہ و معارضہ کی برائی لکھی تھی۔ اب جناب والا کو رسالہ " در منظم " کا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کے پاس ضرور نہیں ہے جناب مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے جناب

مکرر یہ ہے کہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب کی صاحبزادی کا خط بنام مولوی عبدالحکیم صاحب جدا جاتا ہے اس خط (. . . .) یہ واقع ہوا کہ وہ طیارہ میں گئی تھیں اس عرصہ میں ان کا پوتا آکر ایک صندوقچہ امانتی مولوی صاحب اٹھالے گیا وہ اطلاع کرچکی۔ اس طرح سے وہ لڑکا خراب محل میں برباد کردیا گیا۔ حاصل اگر ان کو یہی منظور ہے تو بی بی صاحب کو اجازت دیں کہ وہ اپنے مصرف میں لاویں (. . . برحاشیہ) مقابلہ کرسکتی ہیں وہ بے چاری کی جان کا دشمن ہورہا ہے مرزا صاحب کے متروکہ کو خراب کردیا اس امانت کو اپنی جان کے ساتھ رکھتی ہیں کہیں لحظہ بھر کو نہیں جاتی یہاں ہر قسم کی مفتاحیں ملتی ہیں اس نے رکھ چھوڑی ہے جب فرصت پاوے گا باقی کو بھی یوہیں برباد (. . .) رکھا ہے کہ نہ اس کی نسبت کچھ کرتے ہیں نہ کچھ بولتے ہیں (   ) کرتی ہیں، ضرور جواب چاہیئے۔

یکے از کمترین غلامان منور علی تسلیم مسنون و آرزوئے دست بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ سامی نامہ سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ حضور کی اکثر باتوں کا جواب قبل میں بجواب گرامی نامہ مورخہ نہم شعبان لکھا جاچکا ہے۔ باقی حالات جناب حضرت اعلیٰ اقدس دام ظلہ کے کرامت نامہ سے روشن ہوں گے۔

پہلے جو لفافہ بذریعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نازی کی گیا ہے اس میں ایک خط بنام مولوی عزیز الرحمٰن صاحب تھا جس کو جناب نے ان کے پاس پہنچا بھی دیا" اس لفافہ بھیجنے سے یہی غرض تھی کہ حضور کے ملاحظہ مبارک میں آ (. . .) ہو سے ایسا نہ لکھا بلکہ جب حضور نے رقم فرمایا کہ میں نے اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بجنسہ (. . . .) پاس بھیجدیا تو حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ نے بطور الزام بندہ کو فرمایا کہ کیوں اجازت نہ لکھی ؟ اس خط میں بھی تاکید (. . .) مولوی نذیر احمد خاں کا جواب نہ چھاپا جائے اور نئی تحریرات و تردیدات و طول مباحثہ و معارضہ کی برائی لکھی تھی۔ اب جناب والا کو رسالہ " در منظم " کا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کے پاس ضرور نہیں ہے جناب مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے جناب

مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے جناب مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت (میں)
بھیجدینے کا وعدہ کیا ہے۔ مسئلہ امکانِ کذب (ب) کی وجہ سے تمام علمائے حرمین شریفین
زادھما اللہ شرفا علماء دیوبند سے ناراض و بدظن ہو گئے۔

مولوی منظور احمد صاحب اس قافلہ میں مدینہ منورہ سے تشریف لاتے ہیں اور
جب سے کمترین یہاں ہے (...) کمترین کے یہاں قیام فرماتے ہیں وہ بیان
فرماتے ہیں کہ حیدرآباد سے بہت سے روپیہ مستحقان مدینہ طیبہ کے (لیے ...) تقسیم کے واسطے
آیا، بہت سے ہندی کو دیا گیا، مگر جناب مولوی رفیع الدین صاحب کو نہیں دیا گیا
کہ یہ دیوبندی وہابیہ میں سے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ معتبر شخصوں نے
بڑی کوشش کی اور اس خیال کی تردید ان کی طرف سے کی گئی مگر کچھ مفید نہ ہوا۔
مولوی نذیر احمد خاں کے خط کے جواب کی نقل جو ملفوف بلفافہ ہذا ہے یہ بجنسہٖ ویسا ہی
ہے جو اُن کے پاس روانہ ہوئی ہے اور پہلی نقل میں کچھ بعض جا کم و بیش ہے پس
حضور مناسب سمجھیں تو انوار ساطعہ کے ذریعہ سے اس کو مشتہر فرمادیں مگر اس خط
کا وہ فقرہ کہ "مجھ کو اپنی تکفیر کا غم نہیں" اس جملہ کو چھپوانا احقر کی رائے میں مناسب
نہیں۔ آیندہ حضور کو جیسا مناسب ہو ویسا فرمادیں۔ اگرچہ جناب حضرت اعلیٰ اقدس
کو ہمیشہ تمام مخلوق کے ساتھ شفقت و نیک گمان ہے اور سب کو صالح و متقی دیندار
سمجھتے ہیں (المرء) یقیس علی نفسہ۔ لیکن آج کل حال توحید کو بہت ہی غلبہ ہے۔
اللہ تعالےٰ نے ایسا ہی عالی ظرف اور (...) و زمین سے وسیع قلب کیا ہے ورنہ متوسط
درجہ کے اولیاء اللہ اگر اس توحید کے درجہ کو پہنچتے تو ان کا منصور علیہ الرحمۃ کا سا حال
ہوتا۔

اس لیے آج کل اور بھی سب نیک و بد کے ساتھ برابر برتاؤ ہے۔
مولوی عبد الحی صاحب کیا، کسی قسم کے بدچلن شخص کی نسبت گمانِ بد نہ کریں گے
اور جہاں تک ممکن ہوگا اس کے سوال و مقصود کے پورا کرنے میں سعی فرمادیں گے۔
چونکہ مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے یہ ارشاد کیا تھا اور خیال آتا ہے کہ آپ کے نام

کے خط میں بھی لکھا تھا کہ یہی درمنظم کی تقریظ انوار ساطعہ کے واسطے بھی کافی ہے اسی لیے احقر نے عرض کیا تھا۔ اور جو کوئی استفتار کسی رسالہ و کتاب و اخبار میں چھاپا جاگا تو وہ نقل ہی ہوگا، اصل (...) پھر کیا وجہ ہے کہ اس استفتار کا اعتبار نہ کریں گے تمام خلقت کو کیا معلوم ہے کہ (...) اصل سے نقل ہوا ہے یا نقل سے نقل ہوا ہے۔ یوں تو منکرین تمام دنیا کے علمار و جمہور (...) کے مخالف ہیں۔ الحمد اللہ انوار ساطعہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوں میں مقبول کیا اور (...) کی طرف سے براہین قاطع کو غیر مقبول اور ہم تمام خدام حضرت اقدس کو یہ یقین ہے کہ ان دونوں کی مقبولیت و غیر مقبولیت ایک ولی اللہ زماں و قطب دوراں کے قبول و رد کی وجہ سے ہے اور ایک مخلص کے اخلاص کا ظہور ہے۔ اگر موقع ہو تو مولوی عزیز الرحمٰن صاحب سے استفسار فرماویں کہ جس تحریر میں حضرت کا ارشاد ہے (...) مسئلہ امکان کذب کو واسطے تشفی خاطر مولوی عبد السمیع صاحب کو بھی دکھلاؤ وہ تحریر کہاں ہے؟ مجھ کو دکھلائی اگر وہ تحریر (...) جائے گی تو بالکل حقیقت اس واقعہ کی اور تحریف و نفسانیت بھی ظاہر ہوگی۔ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں (بعد) تسلیم و آداب عرض کر کے انوار ساطعہ کی تقریظ لکھ دینے کے واسطے استدعا کی، وعدہ تو فرمایا ہے۔ اگر آج کل میں عنایت کریں گے تو اس کے ساتھ روانہ ہوگی ورنہ انشاء اللہ بعد کو۔ جس طرح حضور کو علالت کی وجہ سے خط لکھنے میں بہت تکلیف ہوئی ویسا ہی اس کے جواب طول طویل کے پڑھنے میں بھی تکلیف ہوگی معاف فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ دماغ کو اور کل اعضا کو قوت و صحت بدرجہ اتم عنایت فرماوے۔

ایک خط بنام حاجی محمد اسحٰق صاحب و جناب مولوی کرامت اللہ خاں صاحب[1] ملفوف ہیں۔ دونوں صاحب کے نام لفافہ و ٹکٹ دے کر روانہ فرما دیا جائے[2]

---

[1] اس کے بعد فقرہ: اور دوسرا بنام مولوی عبد الرحمٰن صاحب [illegible] لکھ کر قلم زد کر دیا ہے۔

[2] یہاں تک کہ درمیان کی عبارت مولوی منور علی نے اپنی طرف سے لکھی ہے۔ [illegible] ہے جو عبارت شروع [illegible] وہ خط کے حاشیے پر [illegible] لکھی ہے اور غالباً حضرت حاجی صاحب ہی کی جانب سے ہے۔ اس کے بعض الفاظ کٹ گئے یا مشتبہ ہو گئے ہیں۔

مگر یہ ہے کہ ایک خط جو بنام مولوی خلیل احمد امیٹھوی و مولوی محمود حسن صاحب
دیوبندی حاجی محمد اسحاق صاحب وغیرہ کے نام کا خط جاتا ہے ملفوف فرماکر روانہ کردیا جائے
(.....) بھیجا گیا بجنسہ اس کی نقل ملاحظہ عزیز کے واسطے جاتی ہے اس کے طبع ہونے
کی مصلحت ہے لیکن بعد کو جب حجاج واپس جائیں کیوں کہ ایسا نہ معلوم ہو کہ یہاں
سے آپ کے پاس بھیجا گیا جب یہاں کا حال معلوم ہوگا تو نصیحت کا کچھ فائدہ نہیں بعد
ناصح کو چھپا کر نصیحت نہ کرنا چاہیئے (.....) کے ذریعہ سے اپنا نقصان معلوم کرنا
بڑا (.....) ہوتا ہے۔ (.....) آئندہ جیسی مصلحت ہو (ویسا کیجیے) یہ خط
مولانا رحمۃ اللہ صاحب و مولانا محمد عبد الحق صاحب وغیرہ علماء کی تجویز سے لکھا گیا ہے اور
اس کا مضمون پسند کیا ہے دونوں مولانا آپ کی خدمت میں بہت بہت سلام مسنون
پہنچاتے ہیں۔
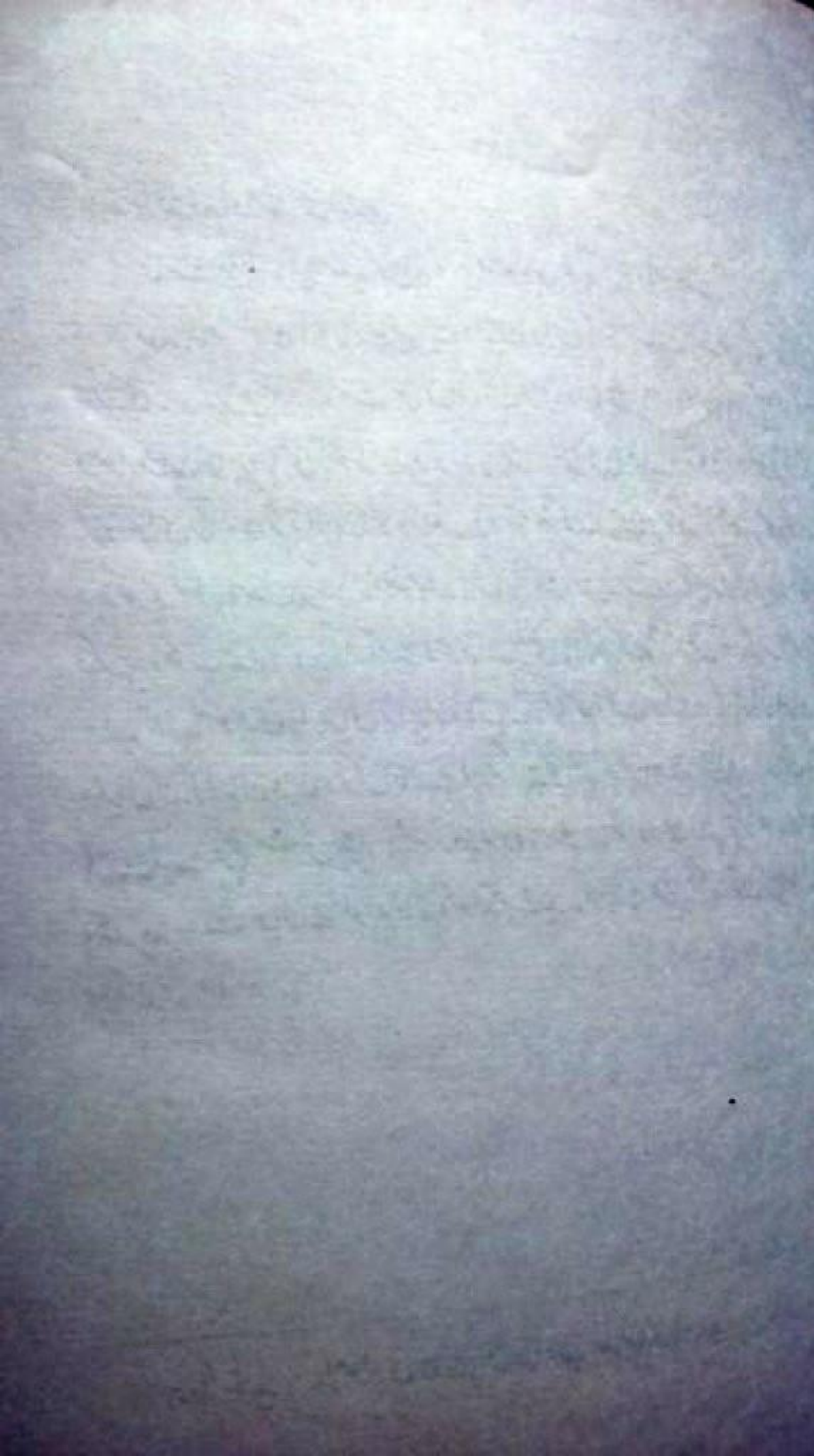
از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت عزیز باتمیز سعید کونین عزیزم مولوی عبد السمیع دام محبتہ

بعد سلام مسنون و دعاے خیریت دارین واضح آنکہ مسرت نامہ فرحت افزا بہ صدری ما رسید خوشنود ساخت حق تعالیٰ آن عزیز را باین یاد آوری با از جمیع حوادثات و عوارضات ظاہر و باطنی محفوظ دارد و از عارضہ لاحقہ شفا بخشد و ذوق و شوق و محبت خود روزی کند و دائم بران دارد و خاتمہ ما و شما بخیر کند آمین۔ اوراد معمولہ خود کردہ باشند و بذکر یکہ متحمل باشند بکنند۔ معلوم شد کہ دماغ آن عزیز بسیار ضعیف گردیدہ و طاقت ذکرِ جہر و ضرب ندارد باید ذکر آہستہ اسم ذات یعنی اللہ بکنند ترکیبش آنکہ لسانِ دہن و نوکِ قلب صنوبری را بخیال برابر کردہ زبان را باسم ذات حرکت دہد اللہ اللہ بگوید و خیال کند کہ زبان دہن و نوک قلب برابر حرکت می کند و ہر دو بار اللہ را ساکن دارد باین حیثیت پنج شش ہزار بار ہر روز کردہ باشند مگر درین حال ذکر خلوے معتد باشد بہتر است والّا بے خلو ہم فائدہ خواہد بخشید۔ ان شاء اللہ۔ مکنند آن کہ بر مسائل اختلافیہ مُہر نکنند۔ ۱۲

برحاشیہ: از مولوی رحمت اللہ صاحب سلام و دعا برسد

اس خط کے حاشیے پر بھی مولوی رحمت اللہ کیرانوی کو سلام لکھا ہے لہٰذا یہ ۱۳۰۸ھ سے قبل کا خط ہے۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

قبل اس کے چند خطوط ارسال خدمت ہو چکے ہیں مولوی عبد الحی صاحب آئے اور حج بدل بفضلہ ادا کر لیا لیکن جس جہاز پر وہ سوار تھے بہت دیر کر کے پہنچا اس لیے وہ یہاں ساتویں ذی الحجہ کو پہنچے ۔ رجبن بازار گے دو حاجیوں سے آپ سب صاحبوں کی خیر و عافیت معلوم ہوئی لیکن آپ کی کوئی تحریر ان کے ہاتھ نہ آئی حالانکہ یہ دونوں صاحب کہتے ہیں کہ ہم ملاقات کر کے چلے اور ہم سے کہا کہ حضرت کے واسطے کچھ روپے لے جانے کو ہیں وہ لیتے جاؤ مگر شاید کسی دوسرے شخص کے ہاتھ آپ کے خط آتے ہوں ۔ ایک جہاز مسمیٰ دکھن قریب مہینہ سے قرنطینہ میں کامران میں مقید ہے شاید اسی پر خط ہوں ۔ فقیر نے قبل ہی عرض کر دیا تھا کہ بعد ادائے قرض حاجی محمد شفیع صاحب بڈھانوی کے اگر کچھ روپے یہاں بھیجا ہو تو وہ حافظ عبد اللہ صاحب مرحوم کے ورثہ کو دے دینا اس سے دونوں کو روپے کے ملنے میں آسانی ہے ۔ فقیر کے پاس ان کا روپیہ جمع ہے کہ اس کا حساب قبل لکھا جا چکا ہے ۔ بہر کیف حاجی محمد شفیع صاحب بڈھانوی کے پیغام کئی دفعہ آ چکے ہیں اس لیے آپ مہربانی فرما کر ان سے رسید اس قدر روپے جس قدر آپ نے ادا فرمایا ہے لے کر جلد عنایت فرما دیں اور حالات ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھے جائیں گے اور زبانی عزیزم حاجی میاں ظہور الاسلام صاحب سے روشن ہوں گے زیادہ والسلام ۔ سب احباب و عزیزوں کی خدمت میں سلام علیک عرض کر دو خصوصاً اپنے شاگرد رشید کی خدمت میں ۔ فقط

از مکہ معظمہ

۲۰ ذی الحجہ روز چہارشنبہ ۱۳۰۷ ہجری

یکے از کمترین غلامان کاتب الحروف منور علی عفی اللہ عنہ تسلیم مسنون حضور کے واسطے عرفات و منیٰ و مزدلفہ مقامات متبرک میں بفضلہ تعالیٰ بالتخصیص دعا کی گئی۔ حضور کے سب خطوط کے جواب روانہ ہو چکے ہیں۔ جو خط کہ مولوی عبد الحی صاحب لائے ہیں اس کا جواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ عرض کروں گا۔ اس وقت باعث عذر کے نہ لکھ سکا آئندہ امیدوار دعا۔ اگر جناب مناسب سمجھیں تو مولوی نظیر احمد خاں رامپوری (کذا) کا جواب طبع کرا دیں کہ بہت لوگ اعلیٰ حضرت کی رائے ان اختلافی مسائل میں دریافت کرتے ہیں لیکن ابھی مولوی خلیل احمد امیٹھوی کے نام کا خط نہ مشتہر فرما دیں

جناب مولوی منظور احمد صاحب حسب معمول اعلیٰ حضرت کی زیارت و حج کو مدینہ طیبہ سے آئے ہیں حضور کو سلام علیک فرماتے ہیں دو چار روز میں پھر واپس جائیں گے۔ حاجی میاں ظہور الاسلام صاحب کمترین سے نقل خط مولوی نذیر احمد خاں صاحب (کذا) چاہتے ہیں حضور پچھلی نقل کی نقل ان کو عنایت فرما دیں اور مولوی خلیل احمد صاحب کے خط کی بھی۔ فقط۔ بہرکیف آپ کو اختیار ہے کر دیں چاہے نہ دیں جیسا مناسب سمجھیں۔ چونکہ میں ان کو آپ کی جماعت کا سمجھتا ہوں نہ معلوم کہ یہ سمجھ صحیح ہے یا غلط اس لیے گذارش کی۔ فقط

برحاشیہ:
خط اسمی حاجی محمد شفیع چشتی صابری کا ملفوف ہے ان کے پاس روانہ فرما دیں۔ فقط

لفافہ:
بعونہ تعالےٰ مقام میرٹھ
بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ
بمصاحبت حاجی ظہور الاسلام صاحب میرٹھی

از مکہ (معظمہ)
۲۰ ذی الحجہ ۱

مولوی عبد الحی کو پہنچا اور کا بدلہ
کر دیا اور پھر کسی نے سر دائی کی رسید

لفافہ پر نیچے کی عبارت مولوی عبد السمیع بیدل کے قلم سے ہے۔

بقلم امداد اللہ عفی اللہ عنہ[1]

باعث تحریر ضروری کا یہ ہے کہ عرصہ ہوا کہ تم نے لکھا تھا کہ قرضہ حاجی محمد شفیع بیڈانوی کا دو سو ساٹھ روپیہ کا جو میری طرف ہے یعنی فقیر کی طرف اُس کے ادا کرنے کا ذمہ عزیز جان محی الدین خلف حافظ عبد الکریم خان بہادر نے اپنی طرف کر لیا ہے، سو معلوم نہیں کہ وہ ادا ہوا یا نہیں۔ محمد شفیع کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہیں ہوا اس واسطے لکھا گیا (جاتا ہے) کہ فقیر محمد شفیع کا دو سو ساٹھ روپیہ کا مقروض ہے اس میں جس قدر عزیز جان موصوف دیں اس کو مشارٌ الیہ کو دے کر رسید لے لیں باقی فقیر کو لکھیں کہ یہاں سے تجویز کر کے روانہ کیا جائے اس حال سے جلد اطلاع دیں۔ عزیز جان حافظ محی الدین و جناب حافظ عبد الکریم خان صاحب مولوی عبد الحکیم صاحب و دیگر دوستان تام بنام سلام دعا قبول باد۔

مولوی عبد الحی صاحب آئے اور حج ادا کیا اور جو پارچہ پیسہ مجھ کو تم نے روانہ کیے تھے پہنچائے حسب مرضی فقیر کے ہوئے بدن میں بہت اچھے آئے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ مولوی موصوف بیماری کا عذر کرتے تھے کہ دیر میں آئے اگر بیمار نہ ہوتا تو رجب شعبان میں آجاتا۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

فقط

---

[1] تحریر حضرت حاجی صاحبؒ نے خط نمبر پر اپنے دست مبارک سے اضافہ کی ہے۔

(۱۴)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیز القدر مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون و دعاے خیر واضح راے عزیز باد مسرت نامہ آں عزیز مع دو اشرفی بے پوری مرسلہ عزیز جانی وحید الدین و دہ روپیہ مرسلہ آن عزیز و رضائی اطلس مرسلہ ہمسر مرحوم شما ہمراہ منشی عبد الرحمٰن خاں صاحب رسیدند و نیز دو تھان ململ و چکن و بست ۲۲ و دو روپیہ مرسلہ والدہ وحید الدین رسیدند۔ ہر دو تھان بموجب تحریر بصرف خود آوردم و بست ۲۲ و دو روپیہ بمحتاجین دادہ شد۔ نوشتہ بودند کہ حشمت تن ازم دو زن در غسل خانہ بندہ بودند در سہ چہار سال ہمہ انتقال نمودند انا للہ وانا الیہ راجعون در تقدیر الٰہی کسے را چارہ نیست اللہ تعالیٰ آن مرحوماں را بہ بخشد و بجنت رساند۔ آمین۔ منشی عبد الرحمٰن خاں صاحب مرد صالح و دین دار و امانت دار ہستند کارے کہ حافظ عبد الکریم خان صاحب باوشان سپردہ بودند بدیانت و امانت بخیر و خوبی بجا آوردند بانجام رسانیدند لائق تحسین ہستند۔ بصلاح مولوی رحمت اللہ صاحب و فقیر عزیزم احمد حسین را شریک حال شان کردند و نیز حافظ عبد اللہ در تقسیم خیرات ہمراہ بودند مگر الحمد للہ بعرصہ قلیل ہمہ امور طے شدند اطلاعاً بالقلم آمدند ۱۲ از فقیر بخدمت حافظ عبد الکریم خاں بہادر صاحب و مولوی عبد الحکیم صاحب و عزیز جان وحید الدین سلام رسانند ۱۲ و عبد الرحمٰن خاں صاحب داخل سلسلہ شدند اللہ تعالیٰ قبول فرماید۔

ؔ اس خط میں مولوی رحمت اللہ کیرانوی کا ذکر ہے۔ ان کا انتقال ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) کو ہوا۔ یہ خط ۱۳۰۸ھ سے قبل لکھا گیا ہے۔

بحضور مخدومی و مطاعی جناب مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب دامت برکاتہم

از فقیر سراپا تقصیر متوکل علی بعد تسلیم مسنون و دست بوسی کے یہ عرض ہے کہ کل حالات جناب حضرت اعلیٰ اقدس سیدی و مرشدی کے کرامت نامے سے روشن ہوں گے احقر نے قطعہ عریضہ بذریعہ جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مع رسید پانچ روپیہ عطیۂ والا ارسال خدمت عالی کیا ہے) احقر نے حضور کا رسالہ جا بجا سے حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ کو سنا دیا ہے حضرت سلمہ نے خود بھی اکثر جگہ سے ملاحظہ فرمایا ہے اور روزانہ سنا احقر فرمایا ہے۔ یہاں کے بعض علماء کو بھی ملاحظہ کو ارشاد کیا ہے۔ احقر کو یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ احقر سے کوئی تقصیر ہو گئی ہے اس لیے حضور کو کچھ ملال ہے کہ دو قطعہ نامہ مبارک آیا اس میں احقر کو سلام و دعا سے سرفراز نہ فرمایا خدا کرے کہ یہ وہم احقر کا غلط نکلے اور کسی اور وجہ سے سلام و دعا لکھنا سہو ہو گیا ہو۔ اس دفعہ جو حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ کے نام مبارک سے آپ کا خط آیا ہے نہ اس میں سلام ہے اور جو پہلے بنام مولانا خلیل الرحمٰن صاحب آیا تھا نہ اس میں سلام تھا۔ اگر کوئی خطا معلوم ہوئی ہو تو ضرور معاف فرما دیں اور احقر کو اس سے مطلع فرما دیں کہ عذر پیش کرے یا معافی چاہے۔ زیادہ تسلیم و امیدوار دعا و عنایت۔ فقط

بخدمت سراپا محبت عزیزم مولوی محمد صاحب سلام مسنون و بخدمت شریف جناب حافظ عبدالکریم خاں صاحب بہادر نجم الہند و جناب شیخ وحید الدین صاحب سلمہ و جمیع شاگردان و فیض یابان جناب والا اسلام مسنون فرما دیں۔ مولوی محب الدین و مولوی عبداللہ و منشی عبداللہ و میاں نیاز احمد و میاں عبدالرحیم خاص خادم حضرت سیدی و حافظ احمد حسین صاحب صاحبزادہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

ان خط میں مولوی عبدالسمیع بیدل کے کسی رسالے کا ذکر ہے جسے حاجی صاحب نے روزانہ سنا [illegible]

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ

بخدمت سراپا عنایت ومحبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے چند خطوط آئے، خوشی ومسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بدین یاد فرمائی مکروہاتِ دارین سے محفوظ رکھ کر صلاح وفلاح دارین عطا فرماوے۔ آپ کے خطوط کے جواب عزیزم مولوی منور علی صاحب سلمہ کے ہاتھ پہنچیں گے۔ عزیز موصوف کو آپ صاحبوں کی خدمت میں جس غرض وامید سے بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں فائز المرام کرے۔ آپ اپنی طرف سے اس معاملہ میں جہاں تک ممکن ہو اس کی کامیابی میں کوشش کریں۔ الحمد للہ فقیر کو دنیا کے کسی امور کا غم نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کے آپس کے اختلاف کا ایسا سخت غم ورنج ہے کہ ہمیشہ اس کے باعث دل منقبض وپژمردہ رہتا ہے اس لیے آپ لوگوں کو مناسب تھا کہ ہمارے غم والم کے دور کرنے میں دل مستعد وآمادہ ہو جاتے، میری رضامندی وخوشنودی کو حاصل کرتے۔ فقیر نے حتی الوسع اپنی جماعت کی مخالفت دور کرنے کو اور مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی تک حسبِ خواہ نتیجہ نہ نکلا، اب بالآخر یہ مصلحت معلوم ہوئی ہے کہ عزیزم مولوی منور علی صاحب سلمہ کو اپنی طرف سے آپ صاحبوں کی خدمت میں بھیج کر صورت مصالحت کی پیدا کی جائے، چنانچہ عزیز موصوف بہمہ وجوہ تیار ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ جہاز میں سوار ہوں گے، وہ جو کچھ کہیں یا رائے دیں وہ بعینہٖ میرا کہنا وسننا سمجھیں آئندہ سب حالات زبانی عزیز موصوف ظاہر ہوں گے زیادہ والسلام۔ فقط

بخدمت میاں وحید الدین صاحب ومیاں محمد صاحب ودیگر عزیزان واحباب السلام علیکم۔ فقط ۲۲ صفر ۱۳۰۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ

عزیزم مولانا محمد عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

نجابت مظہر اخلاص و محبت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — آپکے چند خطوط آئے خوشی و مسرت ہوئی

حق تعالیٰ آپکو بعافیت تمام مکروہات دارین سے محفوظ رکھکر صلاح و فلاح

دارین عطا فرماوے آپکے خطوط کے جواب عزیزم مولوی منصور احمد سلمہ

کے ہاتھ بھیجینگے بعزیزم صاحب کو آپ صاحب کی خدمت میں جس

غرض و امید سے بھیجا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اوسمیں ناکام المرام کرے

آپ اپنی طرف سے اس معاملہ میں بابت ممکن ہو اوسکی کامیابی میں

کوشش کریں الحمد للہ فقیر کو دنیا کے کسی امور کا غم نہیں ہے لیکن

البتہ لوگوں کے آنے کی تکلیف کا ایسا سخت غم و رنج ہے کہ ہمیشہ

مہر
محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹ھ

برحاشیہ : از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب
از منور علی عفا اللہ عنہ و حاضرین خدمت عالیہ تسلیم مسنون
قبول باد کاتب الحروف نیاز احمد تسلیم می رساند
از حافظ احمد حسین صاحب و جناب مولوی رحمت اللہ صاحب
سلام مسنون!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا اختصاص و سراسر اخلاص عزیزم مکرم جناب مولوی عبدالسمیع صاحب زید مجدہٗ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط مورخہ ۲۹ رجمادالاولیٰ آیا، کیفیت معلوم ہوئی۔ نہایت مسرور و مشکور
کیا خداوند تعالیٰ اس عزیز کو اپنی محبت عطا فرماکر خاتمہ بالخیر کرے۔ بوجہ ضعف طبیعت
گو نہ سست رہتی ہے، حرم شریف کو جمعہ کے دن جانا دشوار ہوتا ہے کبھی سواری پر
اور کبھی پیدل جانا ہوتا ہے تو نہایت تکلیف ہوتی ہے حسن خاتمہ کی دعا کریں۔ اتفاق
ہونے کی کیفیت دیکھ کر نہایت فرحت (و) سرور فقیر کو ہوا۔ اتحاد برادرانِ طریقت
سے فقیر کو بہت فرحت ہے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کے جمیع احباب کو آپس میں ہمیشہ خیر و شکر
رکھے۔ مبالغ مرسلہ آپ کے وصول ہوئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔
اشتہارات چھپوا کر اگر تقسیم کیے جاویں تو کوئی حرج نہیں، جہاں فقرہ (اتفاق رائے
بظاہر غیر ممکن ہے) اوس کو جناب مولانا رشید احمد صاحب سے دریافت کر کے دور کر دیا
جاوے۔ اور جو لفظ آپ کے خط میں غیر مناسب ہووے وہ نکالا جاوے اور مشتہر کیا
جاوے تو اچھا ہے جس طرح ممکن ہو صلح صفائی ہونا بہت بہتر ہے اور موجب رضائے فقیر
ہے۔ عزیزم مولوی (
) علی صاحب کو اسی غرض سے روانہ کیا گیا ہے تاکہ آپس
میں ربط ضبط ہو جاوے۔ تفرقہ انداز (
) نہ سننا چاہیئے حنفی مذہب
صوفی مشرب رہنا فقیر کو پسند ہے۔ بذریعہ خطوط حالات سے مطلع کیا کرو۔ جناب
مولوی رفیع الدین مرحوم ۱۱ رجمادی الاوّل کو مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بڑے بالنصیب تھے کہ اپنے شفیع کے در پر جا پڑے۔ عزیزم حافظ

عبدالکریم خان صاحب بہادر و عزیزم وحید الدین وغیرہ سب صاحبوں کو السلام علیکم کہ دینا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر (فرمائے)

از مکہ مکرمہ محلہ حارۃ الباب

مورخہ ۱۲ رجب ۱۳۰۹ھ

کیفیت مکان واقع جبل عمر مولوی احسن صاحب کے خط سے مفصل معلوم ہوگی وہ اوس میں مقیم ہیں۔ انوار ساطعہ طبع جدید سے ہنوز اطلاع نہ ہوئی اور نہ اب تک آئی۔ رسالہ لمعات الانوار مولوی انوار اللہ صاحب کا طبع ہوگیا ہو تو روانہ کرنا۔

لفافہ

اللہم بلغ بالخیر بمقام کیمپ میرٹھ کوٹھی عبدالکریم خاں صاحب بہادر

بخدمت فیض درجت سراپا محبت و عقیدت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب زید عرفانہ بہ

صفر ۱۳۱۰ھ

خلیل اللہ پنجابی نہ میرا مرید نہ میرے پاس اوس کی کارگزاری لکھی آتی ہے

جناب قبلہ وکعبہ این احقر عبیدان مخدوم معظم فرزندان جناب مولانا صاحب دام ظلکم

السلام علیکم وعینی تحت نعلیکم، اما بعد، وصول مع الخیر ملتمس ہوم

واجب التحفہ ام کہ حضرت مولانا ومرشدنا سرکار ہادی نامدار وپیر ومرشد قطب الاقطاب

ادام اللہ ظلالہم ہمچو سنین ماضیہ بہ صحیح وقوی فی عیشۃ راضیۃ ہستند، سوائے جمعہ

بر سواری در حرم محترم تشریف نمی آرند۔ شکوہ ضعف بصر است مگر تیز دم قوی البصر

شدند کہ اول بلا امداد عینک دیدن نمی توانستند و حالا اشیاے بعیدہ واشیاے قریبہ

بلا عینک ملاحظہ می فرمایند وخط جناب بچشم مبارک خود بتمام ملاحظہ فرمودند ونام نامی جناب

برادرم شیخ وحید الدین صاحب دام اقبالہم ملاحظہ فرمودند۔ کلمات مقبول پُر ثنا ودعا

برزبان مبارک آوردند بندہ ہم نہایت محظوظ شدہ آمین گفت سلام مجانہ بہ شیخ صاحب

موصوف (........) توہین وتحقیر مولوی عبد السمیع نوشتہ شد شاید ازین باعث

(....) وکدورت در خاطر مولوی عبد السمیع نشستہ باشد بلا شک در براہین کلمات

خلاف تہذیب نوشتہ است۔ الحاصل حضرت شیخ در بارہ ثنائے وسائل جانبین

کلمات صاف نمی فرمایند۔ گاہے چنین وگاہے چنان می فرمایند۔ ومولوی منور علی، مولوی

غلام دستگیر قصوری را قصور وار کثیر وکذاب وشریر ومفتری ودروغ گو علی الاعلان می گویند

روبروے حضرت ہمین کلمات مولوی قصوری را یاد می کنند۔

در تاریخ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ شب جمعہ بعد عشاء مولوی رحمت اللہ صاحب

مرحوم ومغفور از دار فانی در جنت جاودانی برضاے ربانی انتقال فرمودند۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا

اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وارثان جناب مولانا مرحوم اہل خانہ وپسرے از حرم وابن برادر زادہ

مولوی صاحب محمد سعید نامی باقی ہستند ووصی ہم محمد سعید است۔ بست وپنج روپیہ

جناب نزد حضرت سرکار امانت داشتہ ام اگر ارشاد تحریری نافذ شود مبلغان مذکور بہ اہل

مولوی صاحب مرحوم دادہ شوند وہمین رائے حضرت سرکار است۔ اگر مقبول شود واگر

تا بعد رجوع از مدینہ منورہ جواب عریضہ ہذا نزدم نرسید مبلغان معلومہ بہ اہلیہ مولوی صاحب دادہ خواہم آمد چرا کہ رائے (   ) و ہم تربیت پسر مولوی صاحب مرحوم کہ بے مادر است (   ) ایشان را ضرورت خرچ بسیار است۔ آیندہ ہرچہ رای جناب (   ) سرکار خطی قبل رمضان شریف روانہ کردہ شدہ است مگر من عرض کردم کہ تا ۱۵ شوال نزد مولوی صاحب ہرگز نرسیدہ، حضرت می فرمودند و مولوی منور علی نیز می گفتند کہ دران خط بسیار مضامین نوشتہ شدہ بودند افسوس نرسید جوابش یعنی این خط کہ ہمراہ من بود خواہم آورد زیادہ نیاز۔ و مولوی عبد اللہ صاحب مع دیگر دیوبندیان راہی مدینہ منورہ شدہ اند عن قریب قریب وصول اند (کذا) وقت وصول کتاب فقیر حقیر بہ مولوی عبد اللہ صاحب دادہ خواہد شد روزے حضرت می فرمودند کہ فقیر دہلوی کتابے نوشتہ است آن را سبب از دیاد فساد پوشیدہ داشتہ ام بسیار خراب نوشتہ در ہند بسیار ہستند کہ جوابش بخوبی خواہند داد فقیر بسیار بد کردہ خوب نہ نوشتہ۔ و درین ایام بہ مولوی منور علی و مولوی منظور احمد وغیرہ ہم کتاب فقیر حضرت دادہ اند آنہا دیدہ اند و من ہنوز دربارہ کتاب فقیر ہیچ ذکر نکردہ ام فقط گفتگوے ہر یک گوش می دارد و بجز افسوس چیزے گفتن (نمی توانم) و خطوطے دیگر بخانۂ غلام رسانند و خیریت (   ) و جواب عریضہ ہذا و جواب امانت مولانا رحمت اللہ کہ باہلیہ شان دادہ شود نہایت جلد روانہ فرمایند و در جبری وار باشد و یک پرچہ علیحدہ متضمن مضمون خاص باین خاکسار دران خط تحریر فرمایند و خط دیگر چناں باشد کہ اگر بحضرت سرکار نمودہ شود مضمونے ناگوار خاطر نباشد و اگر ممکن باشد یک نسخہ انوار ساطعہ اگرچہ یک صفحۂ آن ناتمام است ترتیب کنانیدہ بہ سبیل پارسل روانہ فرمایند کہ حضرت تاکید آن بسیار می فرمایند۔ آیندہ انچہ مناسب مافی الضمیر منیر باشد زیادہ حد ادب۔

بخدمت برادرم جناب معلی القاب شیخ وحید الدین صاحب و بشیر الدین صاحب دام اقبالہم سلام مسنون الاسلام و آداب محبت التیام پذیرا باد و بخدمت جناب مستطاب عزیزم و قرۃ چشمم محرک عرق انس میاں محمد صاحب زاد علمہ و عملہ و عمرہ و قدرہ السلام علیکم

مقبول باد و بخدمت ہمہ پرسان حال سلام مسنون برسانند ۔ فقط

محمد خلیل الرحمٰن احقر تلمیذان و غلام فرزندان

( ) حارۃ الباب برمکان حضرت مولانا شیخ امداد اللہ صاحب دام فیضہم

( ) روز چہار شنبہ

بر حاشیہ :

مولوی منور علی صاحب دقیقۂ از ثنا ، وصفت مولانا ( ) نگذاشتند وچیزے از پہلو تہی جناب از ملاقات فیما بین نہ برداشتند این کلمات بہ سرکار دام فیضہم روبروے من ہم گفتند کہ مولوی رشید احمد صاحب ہیچ عذرے برائے ملاقات نکردند وبہمہ وجوہ راضی شدند ومن بحلف روبروے بیت اللہ شریف می گویم کہ مرید صادق جناب فقط ہمون مولوی رشید احمد است وبس ومولانا عبد السمیع صاحب باغواے بعض مخالفان ومعاندانِ این خاندان از ملاقات پہلوے تہی بعذر ہاے ناموزون کردند از دل این محزون براے ( ) بلاتکلف برمی آید کہ ( ) حضرت سلمہ اللہ تعالے ( ) درخط خود براے مولوی ( ) بسیار خفیف و حقیر ....

بر حاشیہ :

۱۸ ذی قعدہ کو چونتیس روز میں مع الخیر داخل ( ) سہ شنبہ کو ۲۲ ذی قعدہ مکہ میں آئیں ۲۵ ذی الحجہ کو مدینہ جائیں گے ( ) ہندوستان پہنچیں گے۔

۷۸۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا اخلاص و محبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مکتوب بہجت اسلوب مورخہ یازدہم ذی الحجہ مرسلہ من مقام رامپور بذریعہ ڈاک ورود سرور لایا مشکور و مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو بدیں محبت و عنایت مکروہات دارین سے محفوظ رکھ کر درجات عالیات و قرب مراتب دارین میں عطا فرماوے۔ اس سال یہاں انواع اقسام کی آزمایش ہمارے بد اعمال و کثرت عصیان کے باعث سے سرزد ہوئی کہ جس سے ظاہراً مخلوق کو سخت مصیبت و تکلیف ہوئی کئی برسوں سے مینہ نہ برسنے کی وجہ سے تمام ملک حجاز میں سخت قحط ہوا اس سال بفضلہ برسات اچھی ہوئی مینہ حسب خواہ ہوا، اسی وجہ سے اس ملک کی پیداوار بھی خوب تھی لیکن اس دو تین مہینے کے عرصہ میں دو دفعہ ٹڈیاں اس کثرت سے آئیں کہ سب نباتات و سبزوں کو چٹ کر گئیں بڑے بڑے کھجور وغیرہ کے درختوں کے پتے تک نہ رہے اسی طرح اس منیٰ سے حج کے بعد ہیضہ شروع ہوا دوسرے تیسرے روز تمام مکہ معظمہ میں ایک بلا عالم گیر ہوگیا ایسے طوفان و زور شور سے یہ وبا پھیلی کہ قیامت کا نمونہ سب کو معلوم ہوتا تھا سینکڑوں روزانہ مرتے تھے تمام ملک کے حجاج دو ایک روز میں بھاگ نکلے اور شامی و مصری قافلہ بھی جلد روانہ کر دیا گیا اور مدینہ طیبہ کا قافلہ بھی بہت جلد روانہ ہوگیا اسی وجہ سے یہاں کے پیشہ ور اہل حرفہ تاجروں سوداگروں کا سخت نقصان و خسارہ ہوا کچھ بھی خرید و فروخت نہ ہوئی کیونکہ یہاں کے تجار و اہل حرفہ سال بھر اسباب کے مہیا کرنے میں مصروف رہتے ہیں بیع و شرا صرف حج کے دنوں میں ہوتا ہے اور حسب لیاقت سب کے سال بھر کا مصرف اللہ تعالیٰ انھیں چند روزوں کی خرید و فروخت میں دے دیتا ہے اور جب شہر میں اور ملکوں کے روپے و مال بذریعہ تجارت و حرفہ آجاتے ہیں اور جمع ہو جاتے ہیں تو پھر بتدریج سارے شہر کے باشندوں

کو اُن سے فائدے ہوتے رہتے ہیں لیکن دو سال سے تجارت و پیشہ میں بھی سخت آفت و خسارہ ہے اللہ تعالیٰ رحم فرما دے۔ غرض کہ جو قافلہ مدینہ طیبہ حج کے بعد گیا اس کو حکام نے بخوف وبا اندر شہر کے گھسنے نہ دیا صرف زیارت کی اجازت دی، تیسرے روز سب قافلہ کو واپس کر دیا اس سے سخت تکلیف زائرین کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ میاں کرم الٰہی صاحب جن کے ہاتھ آپ نے خط وغیرہ بھیجا تھا دکھن جہاز پر تھے وہ یہاں نہ آیا بلکہ قریب دو ماہ کے جزیرہ کامران میں بقاعدہ قرنطینہ مقید رہا اس کے حجاج کو سخت تکلیف و مصیبت ہوئی ان سب کے حج کے فوت ہو جانے اور چند ماہ معذب رہنے کا رنج از بس ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تقصیرات کو معاف فرما کر رحم و کرم فرما دے۔ دکھن جہاز میں میرٹھ و سہارنپور وغیرہ اپنے اطراف کے بہت لوگ تھے بڑی کوشش کی گئی لیکن ایک ذرہ بھی کچھ کسی کی خبر نہ ملی نہایت تشویش ہے۔ چونکہ اب جہاز واپس گیا حجاج بھی سب گئے ہوں گے اس لیے امید ہے کہ آپ صاحبوں کو کچھ خبر ملے گی۔ اس لیے امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر جہاں تک آپ سے دریافت ہو سکے دریافت فرما کر ان کے حالات۔ اور اپنے ملاقاتی کی خیریت جو اس میں تھے جلد رقم فرما دیں کیونکہ یہاں کے حکام نے اس جہاز کی خبر نہایت سختی سے بند کر دی تھی۔ اس لیے کچھ حال وخیر و عافیت کسی کی معلوم نہ ہوئی۔ ڈپٹی نجف علی صاحب وغیرہ بھی اُسی میں تھے۔ معلوم نہیں کہ یہاں کرم الٰہی صاحب کی معرفت جو خط آپ نے بھیجا تھا اس میں کیا حقیقت تھی۔ فقیر کو یقین ہے کہ جب حاجی محمد شفیع صاحب بڑھانوی اپنی جگہ میں آ جائیں گے تو اُن کے روپے اُن کو مل جائیں گے۔ اس لیے اب کوئی تشویش نہیں ہے۔

آپ میاں وجیہ الدین (.......) کی خدمت میں فقیر کی طرف سے بہت بہت سلام مسنون فرما کر یہ فرما دیں کہ جس جواد نے کہ بہت سی مخلوق کو فائدے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے وجود باجود کو شرور مفسدان و حاسدان سے محفوظ رکھ کر ترقی درجات عالیات دارین فرما دے گا۔ فقیر دعا سے غافل نہیں ہے خصوصاً اپنے محسن و احباب کے واسطے دعا کرنا افضل عبادت یقین کرتا ہے۔

دیگر آنکہ مخلص و محرم خاص محب دلی مولوی منور علی صاحب سلمہ کہ جن کی مفارقت

کو سخت ناگوار ہے ان سے فقیر کو ہر طرح کی راحت ہے صرف آپس کی صلح کے واسطے
فقیر آپ کی خدمات (کذا) میں حاضر ہوتے ہیں اور یہی تاکید ہے سب کو کہ اپنی طرف سے دل
میں حق اور مع کچھ کدو کاوش نہ رکھیں۔ دل صاف رہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں کچھ بھی اختلاف
ہو معاملہ اور مجتہدین دین کا سمجھ کر کدو کاوش کو دل میں جگہ نہ دیں اخلاص اور محبت
سے رہیں۔

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹

(۲۶)

مہر [محمد امداد اللہ فاروقی]

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت سراپا عنایت و محبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مکتوب بہجت اسلوب عزیز مع ہدیہ عطیہ مرسلہ عزیز، عزیزم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی معرفت پہنچا ممنون و مشکور ہوا۔ یہاں کے حالات زبانی عزیز موصوف کی روشن ہو گئے اور خطے منور علی کے بھی معلوم ہوں گے۔ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب کے انتقال فرمانے سے مدرسہ وغیرہ کے سب کاموں میں بباعث مخالفت و (   ) باخوابا (کذا) کے سخت تنزل ہے، افسوس ہے۔ جو امید کہ مولوی صاحب مرحوم اور دیگر اہل خیر کو ان کے بعد خیر جاری کی تھی وہ منقطع ہوگئی اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی مشیت تھی کہ مولانا کی زندگی سے سب کاموں کی بنیاد معکوس پڑی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماکر ان کے نیک ارادوں کو جاری فرمادے۔ اب فقیر کو صبح و شام ہے۔ دعا رحسن خاتمہ سے مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا خاتمہ بالخیر فرماکر اپنے صدیقین مقربین کے زمرہ میں داخل فرمادے آمین۔ والسلام

مکرر یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ پر جو کوئی پیران عظام و اولیاء کرام کے مقدس سلسلہ میں داخل ہو تو آپ بلا عذر بیعت لے کر اللہ تعالیٰ کا نام مبارک و ذکر و شغل بتلادو۔ ہادی و مضل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور پیران عظام واسطہ اور ہم سب تابع احکام۔ پس بزرگوں کی تابعداری و اطاعت کردینا چاہیے آئندہ سنوارنے والا خود سنوار لے گا۔ ہم کو اپنی قابلیت و لیاقت کا کیا خیال چاہیے۔ فقط

از مکہ معظمہ

۱۴ر صفر ۱۳۰۹ھ

بخدمت عزیز از جان محمد وحید الدین صاحب سلمہ بعد دعا کے واضح ہو کہ آپ کا ہدیہ پہنچا۔ ممنون ہوا اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں جزائے خیر دے۔

بخدمت حافظ عبد الکریم خان بہادر سلمہ و بخدمت جناب مولوی عبد الحکیم صاحب و جمیع احباب سلام مسنون فرمادیں۔ فقط

عزیزم میاں محمد صاحب سلمہ دعوات ترقی درجات مطالعہ فرمایند۔

جناب مولانا ۔۔۔۔۔) و سیدی جناب حضرت مولانا مولوی عبد السمیع صاحب عمت فیوضہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمد للہ احقر اس دم تک مع الخیر رہ کر ہمیشہ حضور کی صلاح و فلاح دارین کی دعا کرتا ہے۔ احقر اپنے حالات سفر و کیفیت بخیریت پہنچنے کی قبل عرض کر چکا ہے کرامت نامہ مع پانچ روپیہ عطیۂ جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی معرفت ورود اجلال فرمایا ممنون و مشرف ہوا۔ جناب حضرت اعلیٰ اقدس سیدی و مولائی سلمہ کا ضعف بر سر ترقی ہے۔ ارادہ مدینہ طیبہ کا بھی ہے اگر تشریف لے جائیں گے تو احقر بھی ہم رکاب جاوئے گا حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ کا احقر پر سخت اعتراض رہا کہ روداد صلح کیوں نہیں اخبار میں شائع ہوئی، جس قدر کارروائی صلح ہوئی اس قدر واسطے خوشنودی اپنے قافلہ و اطمینان معلیٰ جماعت و خواہان صلح کے بس ہے۔ حسن ظن والے سب کو اچھا ہی ظن کرتے، بدگمانوں سے کچھ مطلب غرض نہیں۔ رسالہ انوار ساطعہ جو ترمیم ہو کر چھپا ہے اس کی نسبت بھی فرمایا کہ جس قدر جیسا چھپا تھا، ساتھ لانا ضرور تھا۔ اور حالات یہاں کے جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب سے روشن ہوں گے آیندہ امیدوار دعا۔

اس دفعہ بھی حسب معمول عرفات و مزدلفہ و منیٰ میں نام بنام دعا کی گئی اور بہ توجہ و ہمت حضرت اعلیٰ و اقدس سلمہ اس دفعہ عرفات میں حاضرین مجلس پر فیوض و برکات و انوار عرفانی کی بارش سب سالوں سے زیادہ رہی اور رقت و بکاسے اکثروں کی بلکہ خود حضرت سیدی کی حالت متغیر رہی۔

الحمد للہ! عجیب برکت و خوبی کی کیفیت اس سال رہی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک الحمد للہ۔

دعا میں حضور بھی شامل تھے۔ زیادہ والتسلیم بصد تکریم۔ بخدمت عزیزم مولوی محمد صاحب و بھیاجی صاحب و شاگردان جناب بہت بہت سلام مسنون و دعا فرما دیں فقط۔ بخدمت جناب مولوی عبد الحکیم صاحب و حاضرین خدمت عالیہ و ملاقاتی بندہ

فقط

سلام فرما دیا جاوے۔

۹ صفر ۱۳۰۹ھ

از مکہ

عریضہ از

احقر منور علی عفی اللہ عنہ

مدینہ طیبہ کی تھوڑی سی کھجور تبرکاً ...... یہ ایک حقیر تحفہ ہے۔

لفافہ   تاکید بیعت

بامداد اللہ تعالیٰ   بمقام میرٹھ

بشرف ملاحظہ اقدس و اکرم مخدومی و مستیدی دام ظلہم جناب حضرت [illegible]

مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

از مکہ معظمہ

تاکید بیعت

صفر ۱۳۰۹ھ

(۲۲)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا عنایت و محبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب متع اللہ المسلمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بطول حیاتہ و دوام امدادہ

مکتوب بہجت اسلوب مورخہ ۱۶ صفر مع رسالہ انوار ساطعہ ترمیم شدہ و مولود شریف مسمّی قصیدہ سلسبیل ہفتم ربیع الثانی کو بہت دیر کر کے پہنچا مشکور و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو بدین محبت و ارادت درجاتِ عالیات، و قرب مراتب عنایت فرما وے۔ قصیدہ سلسبیل اسم بامسمّی فقیر کو بہت پسند ہے دو دفعہ پڑھوا کر سنا، سامعین کو بڑی لذت و کیفیت ہوئی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ انوار ساطعہ کو خود بعض بعض مقام سے مطالعہ کیا ہے اور اکثر مقامات سے پڑھوا کر سنا ہے ماشاء اللہ بہ نسبت سابق کے اس دفعہ تقریر بھی عالمانہ و طرز بھی محققانہ نہایت مدلل و تحقیق سے لکھا گیا ہے اور عبارت بھی دلچسپ اور زبان بھی دل کش ہے۔ آپ نے فقیر کے مشورہ کے موافق جو ترمیم و اصلاح فرما کر نرمی و لینت سے لکھا ہے اور جو مضمون کہ سختی و تیزی سے لکھے گئے تھے ان کو نکال دیے ہیں فقیر آپ کی اس محبت و عنایت کا بہت مشکور ہوا اور آپ کے حلم و حسنِ خُلق آپ کا اور فقیر کے ساتھ جو محبت و ارادت ہے وہ ظاہر ہوئی اس وجہ سے فقیر کے دل میں بھی محبت آپ کی اور زیادہ مستحکم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اس کے برکات عطا فرما دیں کیونکہ اس زمانے کے طلبا و علماء اپنی بات کی پچ میں اپنے پیشوا و اکابر کی نہیں سنتے تو مجھ فقیر عزلت گزین کی کون سنتا ہے؛ فقیر آپ کی منصف مزاجی و انصاف پسندی و حق نیوشی سے بہت خوش ہوا و محظوظ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خوش رکھے۔ لیکن فقیر کا مقصود یہ تھا کہ مسائل مختلف فیہ کی تحقیق جہاں تک ممکن ہو کی جائے اور حسبۃً للہ خلق کے فائدے کے واسطے احقاق حق کیا جائے مگر مضمون کتاب و سیاق تقریر و تحریر سے ہرگز یہ غیر وں پر ظاہر نہ ہو کہ فلاں شخص کے جواب میں لکھی گئی ہے یا فلاں شخص اس کا مخاطب ہے کیونکہ

حاشیہ: مگر یہ چار کہ دس پندرہ نسخہ قصیدۂ سلسبیل کے یہاں کسی کی معرفت بھیج دیں۔ فقط

مخلص دوستوں کی نصیحت وپند وفہمایش اگر اپنے برادرِ دینی واحباب طریقت کے واسطے
ہو تو بمقتضائے تہذیب شرعی وعقلی کے یہ ہے کہ سوائے اس برادر کے کوئی دوسرا نہ سمجھے
کہ کون اس کا مخاطب ہے۔ بمصداق اس کے (شعر) :

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اس لیے گنگوہی و دیوبند وغیرہ مثل اس کے لکھنا دوستوں کے کان کو اچھا
نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اور دشمنوں کو خوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ اس لیے اگر پھر طبع ثانی
کی نوبت آوے تو اُون قسم کے مضمون کو جسے کوئی مخاطب پڑھے وہ نکال دیے جائیں
تو بہت خوب ہیں۔ آیندہ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو اسلام ومسلمانوں کی امداد و
ہدایت واستفاضہ کا وسیلہ و واسطہ بناوے آمین۔ پس ہماری یہی رائے اس باب
میں ہے جو ظاہر کی گئی اگر کوئی شخص اس کے خلاف یا اسے کچھ بڑھا و گھٹا کر آپ سے
بیان کرے یا کوئی تحریر دکھاوے تو آپ اُس کو نہ ماننا۔

میاں محمد صاحب سلمہ کے عقد کا مژدہ پہلے ہی آیا تھا و مبارکباد بھی لکھا تھا اللہ تعالیٰ
مبارک ومیمون کرے اور اس کے عمدہ ثمرات سے دنیا کو فائدہ پہنچاوے۔ میاں محمد صاحب سلمہ
اور اپنے کل طلبہ کو سلام و دعا فرماویں خصوصاً بخدمت حافظ عبدالکریم خان بہادر ستارۂ
ہند وعزیزم شیخ وحید الدین صاحب ومولوی عبدالحکیم صاحب سلام مسنون و دعا
فرمادیں۔

الراقم الآثم　　فقیر حقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

۱۱۔ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

مہر　　محمد امداد اللہ فاروقی　　۱۲۷۹

بعد دستخط بقلم خود و مہر کے یہ بات یاد آئی کہ فقیر کی ہمیشہ سے یہ وصیت ہے کہ آپس
میں اپنے قافلہ کے ساتھ محبت وربط ضبط کی ترقی میں کوشش فرماتے رہو اور جو مصالحت
وموافقت کہ باخود ہا میں ہوتی ہے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ہمیشہ اس کے بڑھانے میں
ہمت دلی کو مصروف فرماؤ۔ علماء دیوبند آپ سے ملنے کو آپ کے گھر میں آئے آپ بھی اپنے
مکان کے آتے جاتے وقت مدرسہ کے ملاحظہ کے بہانے سے سب سے مل لیا کرو۔

(۲۳)

از فقیر امداد اللہ عفا عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا عقیدت ومحبت مکرمی عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زید عرفانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط آپ کا ۲۲ ذی الحجہ بذریعہ رجسٹرڈ وصول ہوا۔ کمال ممنون ومشکور ہوا

کیا اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں خوش رکھے۔ آمین

مبلغ مرسلہ ایک سو پینتیس روپیہ (مالعہ) اور دس روپیہ (عہ) وصول ہوئے

اس کی جزا اور اجر اللہ تعالیٰ عنایت فرماوے۔ روغن زیتون دو رطل بمدست

عزیزم مولوی محسن صاحب میرٹھی کے روانہ کیا گیا ہے۔ اور دو نسخے کتابوں کے ایک

صواعق محرقہ اور ایک مسامرات بمدست عزیزم عبد الرحیم صاحب دہلوی کے روانہ ہیں

ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچیں گے۔ رسید سے مطلع کرنا اور پانچ نسخے مرسلہ عزیز کے

بمدست حافظ احمد صاحب وصول ہوئے۔ عزیزم مولوی منور علی صاحب طائف کو گئے

ہوئے ہیں۔ ان کے آنے پر روغن زیتون اور روانہ کیا جائے گا۔ اور خلیل اللہ نامی

واعظ کا حال جو آپ نے تحریر کیا ہے۔ فقیر اس سے واقف نہیں اور نہ ایسے شخص

فقیر کے زمرہ میں ہیں جو صوفیہ کرام کی نقلیں کریں اور نہ کوئی کارروائی اس کی فقیر

کے پاس آتی ہے۔ ایسی باتوں اور ایسے شخصوں سے فقیر ہرگز راضی نہیں۔ ہر سال

کثرت سے لوگ آتے ہیں۔ اگر کوئی آگیا ہو تو فقیر کو معلوم نہیں۔ فقیر آپ کے اور آپ

کے اتباع کے واسطے دل سے دعا خیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جمیع حوادث

سے بچاوے۔ آمین۔ اپنے کام میں مصروف رہو۔ اللہ تعالیٰ حامی وناصر ہے۔ فقط

اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے آمین۔ از طرف حافظ احمد حسین صاحب

ومولوی منور علی صاحب ومولوی عبد اللہ صاحب ومیاں عبد الرحیم صاحب وکاتب الحروف

نیاز احمد السلام علیکم بصد شوق برسد۔

فقط

مہر | محمد امداد اللہ فاروقی |

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

۷ صفر ۱۳۱۰ھ

عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زید مجدہم

از فقیر امداد اللہ عفا عنہ

بخدمت فیضدرجت سراپا عقیدت و محبت مکرمی عزیزم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ خط آپکا ۲۲ ذی الحجہ بعد عرصہ کے وصول
ہوا کلمات مضمون سے شکر کیا اللہ تعالے آپکو دارین میں خوش رکھے آپنے اپنی
تصنیف مرسلہ ایک سو پچیس روپیہ اور دس روپیہ وصول ہوئی اسکی
جزا اور اجر اللہ تعالے عنایت فرماوے ۔ روغن زیتون فوراً
بمعیت عزیزم مولوی حسن صاحب میرٹھی کے روانہ کیا گیا ہے ۔
اور دو نسخے کتاب بو تلے ایک صندوقچی محرفہ اور ایک مسامرات
بمعیت عزیزم عبد الرحیم صاحب دہلوی کے روانہ ہیں انشاء اللہ تعالے
پہنچیں گی رسید سے مطلع کرنا اور پانچ نسخے مرسلہ عزیز کے بمعیت
حافظ محمد [illegible] وصول ہوئی عزیزم مولوی منور علی صاحب طائف
کو گئے ہوئے تھے اونکو آنے پر روغن زیتون اور روانہ کیا جاویگا

اور خلیل اللہ نامی واعظ کا حال جو آپنے تحریر کیا ہے۔ فقیر
اوس سے واقف نہیں اور نہ ایسے شخص فقیر کے زمرہ میں
ہیں جو صوفیہ کرام کی نقلیں کریں اور نہ کوئی کتاب و رسالہ کی اونکو
فقیر کے پاس آتی ہے ایسی باتیں اور ایسے شخص ہونے سے فقیر ہرگز راضی
نہیں ہر سال کثرت سے لوگ آتے ہیں اگر کوئی آگئے ہوں تو
فقیر کو معلوم نہیں۔ فقیر آپکے اور آپکے اتباع کے واسطے دلسے دعا
خیر کرتا ہے اللہ تعالی آپکو جمیع حوادث سے بچائے آمین۔ اپنے
کام میں مصروف رہو اللہ تعالی حامی و ناصر ہے فقط
اللہ تعالی ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے آمین از طرف حافظ
احمد حسین صاحب و مولوی منور علی صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب
و میاں عبد الرحیم صاحب و کاتب الحروف نیاز احمد السلام علیکم
بصد شوق تمام ہے فقط

از مکہ معظمہ [illegible]
سنہ ۱۳۰۱

بحضور اعلیٰ و اقدس مخدومی و سیدی جناب حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرامت نامہ فیض شمامہ مورخہ ہفتم جمادی الثانی باعث اعزاز و افتخار کمترین ہوا۔ احقر کس زبان سے شکر ادا کرے　شعر

از دست گدائے بے نوا ناید ہیچ　∴　جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

اللہ تعالیٰ جناب والا کو درجہ قربیت عطا فرماوے۔ جس وقت احقر طائف گیا تھا جناب کی فرمایش کی نسبت بحضور سیدی و مولائی سلمہ عرض کر گیا تھا۔ جناب حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کچھ قیمت نہ چاہیئے جس قدر قیمت آئی تھی وہ کافی تھی بلکہ اس میں سے ایک روپیہ بچ گیا تھا وہ احقر کو عنایت فرمایا کہ تو صرف کر۔ غرض یہ ہے کہ سب چیزوں کی قیمت کے دریافت کی حاجت نہیں ہے حضرت سلمہ کے مال میں سب اولادِ دینی کا حق ہے۔

روغن زیتون اگر شیشہ میں رکھا جائے تو بہتر ہے اور ٹین کے کنڈے کے ظرف میں بھی رہتا ہے اور لوگ اس کو کھاتے ہیں کچھ نقصان نہیں کرتا، آپ بلا وسواس اس کو استعمال فرماویں۔ یہاں ٹین کے ظروف کے باب میں خاص قانون ہے کیونکہ یہاں زمزم وغیرہ صدہا تبرکات ٹین کے ظرف میں رکھتے ہیں، آپ بذوق نوش فرماویں اور رکھیں تو اور بھی بھیج دوں۔ اس خط کے جواب میں کچھ توقف ہوا، معاف فرماویں۔ چونکہ جناب والا (نے) یہاں کی بعض چیزوں کو بدون اجازت اپنی کتاب میں درج فرمالیا ہے، اسی لیے اب احقر یہاں کی کارروائی سے جناب والا کو اس وقت تک مطلع نہیں کرے گا کہ آپ وعدہ کریں گے کہ آیندہ بدون اجازت نہ چھاپوں گا۔ بعض امر ایسا ہوا ہے کہ آپ سن کر بہت خوش ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ ارسال خدمت کروں گا۔ یہاں تمام علماء و ثقات میں مشہور ہے کہ اس سال حجِ اکبر ہے بلکہ قاضی مکہ معظمہ نے تو حضرت کے خدام

میں سے ہیں احقر سے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سال حج اکبر ہوگا اگر حج و زیارت
کرنے والے اس سال آویں تو خوب ہے۔ اگر مناسب ہو تو یہ خبر کسی اخبار میں مشتہر
کرا دیں۔ جناب نواب محمد محمود علی خاں صاحب جو حضرت کے خدام میں سے ہیں اور
بڑی محبت و ارادت ہے وہ بضرورت اپنی ریاست چھتاری کو جاتے ہیں، امید
ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حج تک واپس آویں گے۔ احقر کے بھی بہت عنایت فرما ہیں۔
آیندہ بجز تسلیم مسنون و طلب دعا کے کیا عرض کروں۔ احقر نے بہت دفعہ آپ کی
طرف سے طواف کیا ہے اور روزانہ ملتزم شریف پر آپ کے واسطے اور کل برادران
طریقت کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

بخدمت جناب حافظ عبد الکریم خاں صاحب بہادر نجم الہند و جناب میاں
وحید الدین صاحب مشہور بہ بھیا جی، و میاں بشیر الدین صاحب و عزیزم میاں محمد صاحب
و جمیع شاگردان و احباب واقف کار بندہ (کو) سلام مسنون و دعا فرما دیں۔

منور علی عفی عنہ
از مکہ معظمہ

۲۷ رجب ۱۳۱۰ھ

لفافہ:

بعونہ تعالیٰ مقام کیمپ میرٹھ، لال کُرتی بازار، کوٹھی حافظ عبد الکریم خان بہادر
بخدمت فیض درجت سراپا محبت و ارادت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
از مکہ معظمہ

۲۷ رجب ۱۳۱۰ھ

وصل الی فی الیوم الثالث عشر من رمضان یوم السبت ۱۳۱۰ھ

نیچے لفافہ پر عربی عبارت مولوی عبد السمیع بیدلؔ کے قلم سے ہے۔

حق حق حق

برادر عزیز القدر محقق دقائق عارف حقائق عزیزم مولوی محمد عبد السمیع صاحب زاد اللہ عرفانہٗ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد دعاے ترقی مدارج اعلی العلی کاشف مدعا ام کہ نامہ محبت شمامہ آن عزیز مع مبلغ یک صد و بست روپیہ علاوہ پنج روپیہ مولوی منور علی صاحب حسب تفصیل ذیل بدست عزیزی محمد خلیل الرحمن رسیدہ مشکور گردانید احسن اللہ جزاکم جمیعًا۔ نامہ نامی کہ در ماہ رمضان رسیدہ بود جواب سوالاتش روانہ کردہ شد اغلب کہ بعد تحریر این نامہ نزد آن عزیز رسیدہ باشد، حالا جواب سوال ثلاثہ این است کہ حال محل قلب ارباب تشریح کہ می نویسند بران خیال نکنند ہمگی بزرگان باطن را فیضان الٰہی از ہمین جاے معلوم یعنی از زیر پستان چپ مشہود گشتہ از ہمین محل جویاے انوار شدہ باشند و باشد کہ قاعدہ اش در وسط صدر باشد ازان جا ہم تحصیل فیضان می شود مگر تمام آن محل نزد ارباب بصیرت لطیفۂ ستر است ولونِ انوار ہر دو محل چنانکہ معلوم است جداگانہ است و حرکتِ قلب کہ بعد کثرتِ ضرب و ذکر پیدا می شود بر محلش شاہد بدیہی و علامتِ حسی است کہ ذاکر را محلش محسوس می شود و حرکت تمام قلب را می باشد نوک ہم بہ نسبت قاعدہ چیزے زائد متحرک می باشد و ذکر اسم اللہ جل شانہٗ از باطن قلب تصور نمایند کہ عبارت از قلب حقیقی است و این مضغہ بمنزلہ مرکب او و متعلق باوست چون تعلق جسم و روح کہ از انکشافش لطافتے درین مضغہ نیز پیدا می شود فقط و یک عدد چوغا و یک پاجامہ و یک مرزائی ہمہ روئی دار مرسلہ عزیزم میاں بشیر الدین احمد صاحب برائے رفع اشد حاجت موسم سرما رسیدند، اطال اللہ بقاءہ و رزقہ اللہ رجۃ ولقاءہ آمین وسلام سنت الاسلام مع دعاے حفظ از شر معاندین من الانام و امن و صحت از اسقام من الروح والاجسام بجناب حافظ عبد الکریم صاحب و عزیزان شیخ وحید الدین و بشیر الدین احمد صاحب از فقیر ہدیہ رسانند و از کامیابی عزیز میاں محمد طول عمرہ بغایت خوشنود گشتم بلغہ اللہ تعالیٰ علی مراتب الاعلیٰ من الآخرۃ والاولیٰ آمین۔

حق حق حق

زاد الله عرفانه آمین
محمد عبد السمیع صاحب
برادر عزیز القدر محقق دقایق عارف حقایق عزیزم مولوی

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته بعد دعای ترقی مدارج اعلی العلی ما شعف مدعا آنکه نامه

محبت شمامه آن عزیز معه مبلغ یکصد و بست روپیه علاوه پنج روپیه مولوی منور علی صاحب

حسب تفصیل ذیل بدست عزیزی محمد خلیل الرحمن رسیده مشکور گردانید احسن الله جزاکم جمیعاً

تارنامی که در ماه رمضان رسیده بود جواب سوالاتش روانه کرده شده اغلب که بعد تحریر

این نامه نزد آن عزیز رسیده باشد حالا جواب سوال ثالث این است که حال محل قلب را باید تشریح

که مینویسند بران خیال گشته همگی بزرگان باطن را فیضان الهی از همین جای معلوم یعنی زیر

زیر پستان چپ مشهود گشته از همین محل جریان انوار شده باشد و باشد که قاعده ارشاد و وساطت مشهور شده

از انجام هم تحصیل فیضان میشود مگر نام آن محل نزد ارباب بصیرت لاینفرس است و لون انوار

آن محل فیاض معلوم است چه اما نه است و حرکت قلب که بعد کثرت ضرب ذکر پیدا می شود

بر محلش شاهد بدیهی و علامت حسی است که ذکر را محلش محسوس میشود و حرکت تمام قلب را می باشد

که اسم نسبت قاسمیه چیزی را بدیه مشرب میباشد ذکر اسم الله جلشانه از باطن قلب [illegible]

تفصیل زرِ موصولا این است :

مولوی محمد عبد السمیع صاحب
ع۱ه

شیخ وحید الدین صاحب سلمہ
م۵ه

مولوی رعایت الحق صاحب
ع۱ه

منشی مہربان علی صاحب
ع۱ه

منشی محمد صدیق صاحب
ع۱ه

منشی عبد الرحمٰن خانصاحب
ع۱ه

حافظ کرم الٰہی صاحب سوداگر صدر بازار میرٹھ
ع۱ه

حافظ محبوب علی خاں صاحب نقشہ نویس و واعظ صدر بازار
عه

میزان ما عہ۱۲ | برائے ہمہ صاحبان مرقومہ صدر، دعائے خیر نمودم اللہ تعالیٰ قبول (فرماید)
از فقیر سلام مسنون رسانند۔ فقط

الراقم فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ از مکہ معظمہ

مورخہ ۲۳ر صفر ۱۳۱۱ھ مہر [محمد امداد اللہ فاروقی ۱۲۷۹]

که عبارت از قلب حقیقی است و این مضغه بمنزله غرابی و متعلق باوست چون تعلق مسلم است

گوید آنکه انکشاف لطائف درین مضغه نیز پیدا میشود فقط و یک عدد چوغا و یک پاجامه

و یک عدد ازال بمروانی دار مرسله عزیزم میان بشیر الدین احمد صاحب برای رفع احتیاج حاجت

موسم سرما رسید اطال الله بقاءه و رزقه الله جمید تقاءه آمین و سلام مسنون الاسلام وعد

دعای حفظ از شر معاندین من الانام و امن و صحت از اسقام من الروح و الاجسام

بجناب حافظ عبد الکریم صاحب و عزیزان شیخ وحید الدین و بشیر الدین احمد صاحب

از فقیر ہدیہ رسانند و اکرام میان عزیز میان محمد طوعمر د بنهایت خوشنود گشتم بلغه

الله تعالی علی مراتب الاعلی من [illegible] قرة والاولی آمین تفصیل زر موصولہ این است

مولوی محمد عبد السمیع صاحب ع — شیخ وحید الدین صاحب سلمه ع — مولوی رعایت الحق صاحب ع — منشی مہربانعلی صاحب ع

منشی محمد صدیق صاحب ع — منشی عبد الرحمن خان صاحب ع — حافظ کرم الہی صاحب صدر بازار میرٹھ ع — حافظ محبوب علی صاحب واعظ صدر بازار ع

عزیزان ما ع

برای ہمه صاحبان مرقومه صدر دعای خیر نمودم الله تعالی قبول [illegible]

نزد فقیر سلام مسنون رسانند فقط الراقم فقیر امداد الله عفی الله عنه از مکه معظمه

مورخه ۲۳ صفر سنه ۱۳۱۱ ہجری

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا محبت وعقیدت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زید فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک خط رجسٹر آپ کا مورخہ ۲۸ ربیع الاول بذریعہ ڈاک وصول ہوا۔ کمال ممنون ومشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ترقی دارین عطا فرماکر حسن خاتمہ نصیب کرے۔ الحمد للہ فقیر بہر نوع خیریت سے ہے ضعف روز افزوں ہے۔ موسم سرما میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ خدا رحم کرے۔ آپ بھی فقیر کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کریں۔ فقیر آپ جیسے احباب کی دعا کا طالب ہے۔ آپ کی طرف بھی تعلق خاطر تھا۔ آپ کے خط آنے سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخورم رکھے۔ آپ کے امراض دور ہونے کے لیے بھی دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماوے۔ آپ صاحبوں کا مبلغ ایک سو دس روپیہ (ماعہ) بذریعہ رقعہ ملفوفہ دوکان علی جان والوں سے وصول کرالیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مال وجان میں برکت دیوے۔ حافظ عبد الکریم صاحب خان بہادر کی صحت کے لیے اور شر اعداء سے محفوظ رہنے کے واسطے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب موصوف کو تمام امراض سے شفا بخشے اور شر اعداء سے امن میں رکھے۔ میاں شیخ وحید الدین صاحب اور شیخ بشیر الدین صاحب اور میاں محمد کو دعا اور سلام کہہ دیں۔ اور کتابیں حسب تحریر خرید کرا کر بدست قاری حافظ احمد صاحب روانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے پہنچاوے۔

عینی　　　قوت القلوب　　　حیوۃ الحیوان

۲۷ روپیہ ۶ ر

فتوح الاسلام مع تاریخ مکہ مکرمہ　　۶ ر　　۱۲ ر

۱۲ ر

باقی ماندہ قیمت میں سے حمالی وکرایہ شتر وصندوق میں صرف ہوا۔ رسید کتب و دیگر کیفیت سے مطلع کریں۔

بخدمت منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب و حافظ محبوب خان صاحب و حافظ کرم الٰہی صاحب، و مولوی رعایت الحق صاحب و منشی محمد صدیق صاحب وغیرہ احباب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ درجہ بدرجہ برسد۔

حافظ عبدالکریم صاحب خان بہادر کی خدمت میں بعد سلام دعا کے کہیں کہ آپ نے فیاضی اور دریادلی سے عزیزم مولوی قاری حافظ احمد صاحب کے مدرسہ کا چندہ سالانہ ساٹھ روپیہ مقرر کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالٰے آپ کو اس کا اجر عطا فرماوے۔ فقیر بھی آپ کے لیے دعا کرتا ہے اوّل تو اس مدرسہ کا چندہ ایسا کہیں سے مقرر نہیں کہ مدرسہ کے مصارف کو کفایت کرے' دوسرا غرباء و مہاجرین کے لڑکے اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں' تیسرا مسائل ضروریہ دینیہ جن کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے علاوہ اسباق روزمرہ کے سکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ فقیر کو بھی پسند ہے۔ بوجوہات مذکورہ اس مدرسہ کا آپ کو خیال رہے۔ فقط

از مکہ مکرمہ دوم جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

مہر | محمد امداد اللہ فاروقی |

مکرر آنکہ یہ خط اور کتابیں ہمراہ قاری احمد صاحب کے روانہ کرنا چاہا تھا چونکہ قاری صاحب مذکور کو توقف ہوا' اتنے میں آپ کا دوسرا خط مورخہ ۲۴ جمادی الاوّل بھی وصول ہوا۔ رسید روپیوں کی معرفت علی جان والوں کے روانہ ہو گئی' ان شاء اللہ پہنچے گی۔ اور عزیزہ راحیل صاحبہ کو بعد سلام و دعا کے کہہ دیں کہ فقیر نے دونوں لڑکیوں کی صحت کے واسطے دعا کی اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماوے۔ فقیر کا کام دعا کا ہے۔ اجابت خدا کی طرف سے ہے۔ فقط خط ملفوفہ ڈاک میں ڈال دینا۔

استخارات جو ضیاء القلوب میں ہیں سب کی آپ کو اجازت پہلے سے ہے دوبارہ بھی آپ کی تسلی کے لیے اجازت دی جاتی ہے۔ فقط۔ المرقوم ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا محبت و عقیدت شعار عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زید عزہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک خط مسرت آگیں آپکا مورخہ ۲۱ ربیع الاول بذریعہ ڈاک وصول ہوا کمال ممنون و مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپکو ترقی دارین عطا فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب کرے۔ از انجا کہ فقیر بہر نوع خیریت سے ہے ضعف روز افزوں ہے موسم سرما میں اور زیادتی ہو جاتی ہے خدا رحم کرے آپ بھی فقیر کے لئے حسن خاتمہ کی دعا کریں فقیر آپ جیسے احباب کی دعا کا طالب ہے۔ آپکی طرف بھی تعلق خاطر تھا آپکے خط آنے سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپکو خوش و خرم رکھے۔ آپکے امراض دور ہونے کیلئے بھی دعا کی گئی اللہ تعالیٰ شفاء عاجل عطا فرمائے۔ زیادہ حد ادب فقط

نامہ ۵

مبلغ ایکسو دس روپیہ نقد بعہ رقعہ بالشوقہ دو دکان علاؤ الدین تھا

والوں نانے سے وصول کر لیا گیا اسد الحق آپ کی جان و عیال میں برکت

دیوے۔ حافظ عبد الکریم صاحب خان بہادر کی صحت کیلئے اور

شر اعدا سے محفوظ رہنے کے واسطے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ میرے حافظ

صاحب و جمیع متوسلین کو تمام امراض سے شفا بخشیں اور شر اعداء سے

امن میں رکھیں۔ میاں نانتے و حبیب اللہ صاحب اور شیخ بشیر الدین

صاحب اور میاں مجید کو دعا اور سلام کہدیں اور تمام کتب حسب

تحریر خرید کر از معرفت قاری حافظ احمد صاحب روانہ ہیں

انشاء اللہ تعالیٰ جلد پہنچ جاوے۔ عینی قوت القلوب

۲/۳ روپیہ

حیوۃ الحیوان فتوح الاسلام مع تاریخ مکہ کرمہ ملے ہیں

مجھ کو بازار قیمت میں سے حمالی و کرایہ شتر و صندوق بنیا

صرف ہوگئے۔ رسید بھی و دیگر کیفیت سے مطلع کریں۔ صاحب

حضرت منشی عبد الرحمن صاحب و محبوب شاہ صاحب حافظ و حافظ کریم

محب صادق مخلص واثق عزیزی وحبیبی مولوی محمد عبدالسمیع صاحب زادت عرفانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخلاص نامہ محبت انضمام مع ہفت جلد "نور ایمان"[ل] وبست وسہ جلد سلسبیل مرسلۂ آن عزیز ویک پوغاد مرزائی وپاجامہ سرمائی ومعہ تحفہ سلام حکیم میاں محمد طول عمرہ وزید فیضہ وقدرہ وصاحبزادہ وحید الدین وبشیر الدین حصل اللہ مرامہم ورفع اللہ مقامہم وحیاہم وسلام مع پیام جناب محبت مآب حافظ عبدالکریم صاحب دام اتیانہم وفیضانہم بطول بقائہم معرفت خلیل رسید باعث فرحتِ قلبی وراحتِ جسمی فقیر گردید برائے حصولِ مرام حافظ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ در اوقات خاص دعاہا کردم، ان شاء اللہ تعالیٰ بہدفِ اجابت رسیدہ باشند وآیندہ از خیرخواہی آں عزیزان غافل نیم۔ فقیر را ہم بدعائے خیر حسنِ خاتمہ یاد آوردہ باشند وبرخوردار حکیم میاں محمد را بدعائے مطلوب یاد آوردہ بہ بیعتِ عثمانی در ہر سلسلۂ خود داخل کردم، شجرہ از عقب روانہ کردہ خواہد شد، لازم کہ بہ اشغالِ باطنی حسب استعدادِ ایشان بتدریج ہدایت کردہ باشند کہ اشتغال بہ باطن ہم از اہم امور است وبرائے تعلیم آں برخوردار عزیز وجود شما زیادہ مفید وموثر خواہد شد۔

سپردم بتو مایۂ خویش را

واللہ خیرٌ حافظًا وھو ارحم الراحمین۔ فقط الراقم

ل اس خط میں رسالہ نور ایمان اور سلسبیل کا ذکر ہے۔ یہ دونوں کتابیں ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) میں شائع ہوئی تھیں۔ لہٰذا یہ خط بھی اسی سال یا ۱۳۱۱ھ میں لکھا گیا ہے۔ نور ایمان نعتوں پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے اور سلسبیل میلاد منظوم ہے۔

صاحب زاده کرم خانکم

محب صادق مخلص واثق عزیزی و حبیبی مولوی محمد عبد السمیع

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته اخلاص نامه محبت انضمام معه هفت جلد نور ایمان

و بست و سه جلد سلسبیل و رسالة العزیز و یکعدد چوغا و زیرانگی و پایجامه سرمائی

و معه تحفه سلام حکیم میان محمد طول عمره و فرزند فیضه و قربه و صاحبزاده وحید الدین

و شبیر الدین جعل الله مرامهم و رفع الله مقامهم و قیامهم و سلام معه پیام

جناب محبت مآب حافظ عبد الکریم صاحب دام اقبالهم و فیضانهم بطول بقاءهم

موقت خیلی رسیده باعث فرحت قلبی و راحت جسمی فقیر گردید برای حصول

مرام حافظ صاحب سلمه الله تعالی در اوقات خاص دعا کردم ان شاء الله تعالی

بمنصه اجابت رسیده باشند و آینده از خیرخواهی آن عزیزان غافل نیم

فقیر را هم بدعای خیر حسن خاتمه یاد آورده باشند و برخوردار حکیم میان محمد را

بدعای مطلوب یاد آورده بر بیعت عثمانی در سلسله خود داخل کرده

شجره از عقب روانه کرده خواهد شد لازم که به اشتغال باطنی حسب استعداد

ایشان بتدریج هدایت کرده باشند که اشتغال به باطن هم

از اهم امور است و برای تعلیم آن برخوردار عزیز

وجود شما زیاده مفید و موثر خواهد شد سپردم بتو مایه خویش را

والله خیر حافظا و هو ارحم الراحمین فقط

الراقم

عزیزی مولوی عبدالسمیع صاحب زاد اللہ علماً وعملاً

السلام علیکم:

الحمدللہ والمنة میں بخیریت ہوں۔ صحت وری احباب شب و روز چاہتا ہوں۔

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا، حال مندرجہ معلوم ہوا۔ عزیزم "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اہالیانِ دیوبند وغیرہ نے نہیں مانا بلکہ بعض بعض مقامات پر خورد بُرد بھی کر دیا گیا ہے، سو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے۔ کسی کی بات کُل جہان نے کب مانی ہے؟ خاص خاص لوگوں نے ہمیشہ تسلیم کی ہے، لیکن مخالفت و عدم مخالفت کا نتیجہ بھی فوراً ہی ظاہر ہوگیا ہے۔ خیر میاں، تم اپنا کام کرو، کسی کے افعال پر نظر مت ڈالو۔ اپنا فعل ساتھ جائے گا کسی کا کیا ہمارے کیا کام آئے گا؟۔ ہاں باقی طبع کے لیے جو آپ نے اجازت چاہی ہے سو شوق سے آپ طبع کرائیے میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، لیکن تشریح طلب مقامات (کی شرح) اب مجھ سے نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک وقت تھا کہ ذہن نے رسائی کی جو بات جی میں آئی لکھی گئی۔ اتنی فرصت کہاں کہ میں اب اس پر حاشیہ لکھوں اس کی شرح کی کوئی ضرورت نہیں، آپ کی کتاب خود اس کی شرح موجود ہے اور اگر آپ کو ایسی ہی ضرورت ہے کہ اس کے بعض مقامات کی شرح کی جائے تو آپ کو اجازت ہے کہ اس کو واضح کر دیجیے یا اپنے بھائی عزیزی مولوی اشرف علی صاحب سلمہ سے اس کی شرح کرائیے، مجھے معذور رکھیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عملِ خیر دے، استقامت نصیب فرمائے، محبت کاملہ عطا فرمائے اسی میں جلائے اسی میں مارے۔ آمین یارب العالمین۔

زیادہ والسلام

از مکہ معظمہ مورخہ دوم جمادی الثانی روز چہارشنبہ

آج ایک رقعہ آپ کا بذریعہ جناب حافظ امیر محمد صاحب وصول ہوا جس میں آپ نے رسید ہنڈوی طلب فرمائی ہے۔ عزیزم وہ ہنڈوی جناب علی جان صاحب کی دکان سے وصول ہوگیا۔ اس کی رسید بھی میں پہلے روانہ کرچکا ہوں معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہوگئی۔ خیر اب آپ خاطر جمع رکھیے روپیہ مجھ کو مل گیا۔

مہر | امداد اللہ فاروقی |

لفافہ:

ملک ہندوستان میرٹھ بازار لال کورتی بر کوٹھی جناب حافظ عبدالکریم صاحب خان بہادر بملاحظہ اقدس مخدوم معظم جناب قبلہ مولانا محمد عبدالسمیع صاحب دام فیضہم گذرد مرسلہ محمد خلیل الرحمٰن از مکہ معظمہ حارۃ الباب یکم ذی الحجہ یوم خمیس ۱۳۱۲ھ

لفافے کی عبارت پر کسی نے لکھا ہے: ذکر بیعت حکیم میاں محمد

جناب قبلہ وکعبہ من، اَدامَ اللہ بَا فیضکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام لا تعدّ علی سیدنا محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔

الشکرللہ کہ این نالائق لائق زیارت بیت ربی وسیدی مرشدی شد نامہ وپیام پیشکش کردم بعد اظہار سرور پذیرا فرمودہ۔ بجواب نامہ مرشد شدند، مضمون نامہ وپیام بخوبی عرض داشتہ ہمہ را جواب باصواب یافتم وبقلم آوردم۔ برائے حافظ صاحب دام اقبالہم در خلوت وجلوت مرارًا بدعا پرداختند، اللہ تعالیٰ قبول فرماید وہمچنیں برائے برادران عزیزان جناب شیخ وحید الدین صاحب وبشیر الدین صاحب وحکیم میاں محمد صاحب بعد خوشنودی دعاہائے خیر فرمودند وبرخوردار سعادت آثار حکیم میاں محمد صاحب را بہ بیعت قبول فرمودہ شجرہ مرحمت فرمودہ تعلیم او شان بجناب پدر بزرگوار ایشان تفویض فرمودند، واخبار ناہموار بہ نسبت فیصلۂ ہفت مسئلہ کہ در ہند واقع شدہ مشہور شدند حضرت قبلہ را یک یک معلوم بودند بیان فرمودند کہ بعض مخالفین ہند در ہند بہ کتاب من این چنیں بے ادبی نمودند وسائر ایمانداران ہر چہار اطراف ہند این فیصلہ را قبول فرمودہ اکثر بہ نزدم شکریہ نوشتند ودر بارہ اجازت مخصوص برائے صاحبین سماع استفسار نمودہ سکوت فرمودند وانکار اجازت نکردند وعرض تحریر برائے ممانعت تالیف جواز ظاہی نامنظور شد وبہ نسبت این غلام گاہے حکم اقامت گاہے حکم مراجعت صادر می شود الٰہی خاتمہ بالخیر باد ___ نور ایمان وسلسبیل وطراز سخن پسندیدہ خاطر شدند ___ سوم ذی الحجہ یوم سبعت سلسبیل در مجلس خاص در مجمع عام مع القیام حسب الحکم وقت صبح خواندم۔ حضرت خود ارشاد قیام فرمودند، اگر بجواب این عرض خلیل تکلیف فرمایند موجب شادمانی مہجور شود آمین۔

از جناب قبلہ منشی مولا بخش صاحب خیریت جملہ دریافت فرمودہ تحریر فرمایند
و خیریت این جا و سلام مسنون رسانند از کنیز و بنت سلام قبول فرمایند ۔ ماشاء اللہ
حضرت بخیریت اندیکم محرم بمدینہ خواہم رفت ۔

اس خط میں مولانا عبدالسمیع بیدل کی تصانیف کا ذکر ہے۔ رسالہ طراز سخن ۱۳۱۰ھ میں چھپ
چکا تھا۔ اس لیے یہ بھی اس سال کے بعد ہی مانا جائے گا۔

محبی و مخلصی مولوی محمد سمیع صاحب زید عرفانہٗ

بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو اوّل رجسٹری میں حوالہ مبلغ ایک سو پچھتر روپیہ کا تھا اس کی رسید ۱۲ ربیع الثانی کو دوسری رجسٹری کا جواب ۲۳ جمادالاوّل کو اور تیسری رجسٹری کا جواب یہ ہے۔ کتابیں مولود اوس وقت تک نہیں پہونچی تھیں۔ اب ہمراہ اس تیسری رجسٹری کے۔ ۲ نسخہ پہونچا، فقیر نے اوّل سے آخر تک بالاستیعاب سنا فقیر کا جو مذہب و مشرب ہے وہ لکھا ہے بہت پسند آئی اللہ تعالیٰ مصنف صاحب کو اور آپ کو اس کی سعی میں قبول فرماکر اپنے مخلصین سے کرے۔ آپ کے شاگرد صاحب کی طبیعت بہت مناسب اور توحید کی طرف متوجہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا حصہ تام بخشے۔

فقیر بفضلہ بخیریت ہے۔ والسلام فقط

المرسل فقیر محمد امداد اللہ عفی اللہ

باقی خطوط بیرنگ لفافوں میں ڈاک خانہ ڈلوادیں ۲۹ جمادالاولیٰ ۱۳۱۶ھ

مہر

برحاشیہ مکتوب:

بشیر الدین صاحب نے مولوی احمد حسن صاحب کو ایک ہزار روپیہ قرض دیا ہے کہ جس کی وجہ سے دفتر ثانی ختم ہوا اب مولوی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پانسو روپے جو کسی دوسری جگہ سے قرض لیا گیا ہے اوس کے بارہ میں بھی شیخ صاحب نے ان کو تحریر کیا ہے کہ اگر وہ تقاضا کریں تو یہاں سے ادا کردیا جائے۔ اس قدر ہمت پر شیخ صاحب کی فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت عطا کریں۔ فقط

از جانب فدوی کمترین محمد شفیع الدین بعد تسلیم ' المرام آنکہ مولود شریف مرسولہ اول سے آخر تک حضرت قبلہ مدظلہ ' کو سنا (یا) گیا بہت محظوظ ہوئے اور دعا فرمائی۔ مگر یہ ایک خوش خبری آپ کو اور جناب حافظ بشیر الدین صاحب کے لیے ہے کہ جس روز آپ کی رجسٹری آئی تھی اسی روز جناب استادی مولوی احمد حسن صاحب مدظلہ کا خط آیا تھا اوس میں یہ بھی تحریر تھا کہ پانسو روپیہ تیسری جلد کے طبع کے لیے قرض لیا گیا ہے پھر جناب حافظ بشیر الدین کا شکریہ اور ان کی دریا دلی کا حال لکھا تھا کہ دوسری جلد انھیں کی اعانت سے طبع ہوئی یعنی ہزار روپیہ قرض دیے تھے اور اب بھی یہ لکھا ہے کہ جو پانسو روپیہ قرض لیا ہے اگر وہ تقاضا کریں تو ہم کو اطلاع دینا پھر یہ بھی مولوی صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے جواب یہ لکھ دیا ہے کہ پہلا قرض آپ کا ادا ہو جاتا تو مجھ کو جرأت ہوتی اب مجھ کو شرم آتی ہے۔ حضرت قبلہ نے جب مضمون خط اور اُن کی اس قدر سعی کا حال سنا نہایت درجہ خوش ہوئے اور وہ وقت تنہائی کا تھا اسی وقت آپ کے لیے اور شیخ صاحب موصوف کے لیے بڑی توجہ سے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی ' اور اس عاجز کو بھی اشارہ کیا۔ دعاے بزرگاں خصوصًا ایسے شیخ کامل کی اور پھر ایسے مقام متبرک میں ' بھلا کیونکر رد ہو سکتی ہے ' یہ شیخ صاحب کے لیے بڑی خوش خبری ہے کہ دعا دلی مع التوجہ ہر شخص کے لیے نہیں ہوتی ہے۔ واقعی جناب اوستادی مدظلہ کی جاں فشانی مثنوی شریف اظہر من الشمس ہے ' فنا فی الشیخ اسی کا نام ہے کہ تعمیل حکم میں یک سر مُو فرق نہ کیا اب حضرت قبلہ کو چونکہ ضعف تو اکثر زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے اور ضعف بصارت سے کسی کو اچھی طرح سے شناخت بھی نہیں کر سکتے ہیں لہذا حضرت قبلہ کی خواہش اور مرضی یہی ہے کہ یہ کتاب میرے سامنے طبع ہو جائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ کی عمر میں ترقی فرمائے مگر سامان ظاہری طبع کا نہیں ہے۔ حضرت استادی صاحب کا جو کچھ اس میں طبع میں شوق

ہے وہ ازحد بیرون ہے مگر کیا کریں جو ان کا کام ہے وہ کرتے ہیں اس محنتِ شاق
شب و روز میں تین سال میں دو دفتر ہوئے ہیں اگر سامان ہوتا تو سب ہو جاتے تھے
اگر یہی حال رہا تو مدتے باید۔ مگر چونکہ حضرت قبلہ کی توجہ شامل ہے کیا تعجب ہے
کہ اللہ تعالیٰ چشم زدن میں سامان کر دے جیسا کہ پہلے دو دفتر دنوں میں کر دیا ہے۔

والسلام

[illegible]

۷۸۶

محمد امداد اللہ فاروقی ۱۲۷۹

مہر

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت سراپا محبت و عنایت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت دنوں سے کوئی مسرت نامہ نہ آیا اس لیے تعلق ہے اور اگرچہ باطن قلب میں مقدمۂ افتراء و بہتان کے باب میں اطمینان و تشفی ہے، لیکن چونکہ بظاہر کوئی خبر نہ آئی ہے اس لیے انتظار ہے امید کہ مقدمہ جعلی کا مفصل حال لکھیں۔ روغنِ زیتون و دو نسخے کتاب مطلوبہ ارسال خدمت ہوئے۔ روغنِ زیتون معرفت مولوی محسن صاحب سامرہ و (.......) دیوبندی اور کتاب ہر دو نسخہ معرفت حاجی عبد الرحیم صاحب دہلوی۔ ہنوز رسید نہ آئی۔ فقیر کے ضعف کا حال بدستور ہے اب حرم محترم میں صرف جمعہ کو بمشکل تمام جاتا ہوں۔ مدینہ طیبہ کا ارادہ کئی سال سے ہے مگر ضعف و نقاہت کی وجہ سے ہر قافلہ میں فسخ عزم کیا جاتا ہے آپ کے جس قدر ہدیہ عطیہ مندرج خط تھے سب پہنچے اور اس کی رسید قبل بھی بھیجی جا چکی ہے۔ تمہاری کتاب انوار ساطعہ اکثر دیکھی ہے اور اکثر اس کو دیکھتا ہوں۔ فقیر کو طرز تحقیق و زبان فصیح و سلیس اس کی بہت پسند ہے اللہ تعالیٰ مقبول و مفید خاص و عام کرے۔ معلوم نہیں کہ بالفعل ہی علمائے و عزیزان دیوبند سکوت ہیں کہ وہی رد و تردید کا مشغلہ چلا جاتا ہے۔ آئندہ فقیر کے حسن خاتمہ کی دعا سے مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا خاتمہ بالخیر فرما کر اپنے متقین کے زمرہ میں داخل فرمائے۔

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب۔ ہفتم جمادی الاولیٰ

برحاشیہ :

بخدمت عزیزم مولوی محمد و دیگر احباب خصوصاً حافظ عبدالکریم خان بہادر اور اُن کے صاحبزادہ کی خدمت میں سلام مسنون فرما دیں۔

پشت پر :

بعد سلام آنکہ یہ گرامی نامہ بباعث دو امر کے مؤخر ہوا، ایک یہ کہ چند روز ملا نہیں دوم یہ کہ حضرت شمس العارفین قبلہ کے ارشاد کی وجہ سے مثنوی شریف و کثرتِ مشاغل سے فرصت کم۔

والسّلام ابو احمد

بعد سلام اعلام یہ کہ آج ہی نامہ پہنچا

دو امر کا شکوہ ہوا ایک یہ کہ ضعف روز افزوں ہے

دوم یہ کہ حفظ شعر العارفین جناب آپ نے اس کو کیوں حذف

مثنوی شریف و کثرت اشغال سے فرصت کم

والسلام ابو احمد

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت عزیز القدر مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون و دعا، خیر آنکہ جواب خط و رسید اشیاء مرسلہ آن عزیز ہمراہ منشی حاجی مہربان علی (صاحب) فرستادہ شد خواہند رسید۔ حالا باعث تحریر آن کہ حامل خط میان حاجی دین محمد صاحب داخلِ سلسلۂ بزرگان شدند و بسبب عدم قیام بودن اوشان نوبت تعلیم ذکر وغیرہ نامدہ است لہٰذا مشارٌ الیہ را تلقین کردہ شد مناسب کہ اگر ازان عزیز از قسم ذکر و شغل و یا مسائل ازان عزیز استفسار نمایند حسب استعداد اوشان تلقین کردہ باشند فقط

(و مدام) بر حال اوشان (توجہ) مرعی دارند ۱۲

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی

۱۲۷۹ھ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیز القدر مولوی عبد السمیع صاحب نوّر اللہ قلوبہ بانوار العارفین

بعد سلام مسنون و دعاے ترقی درجات عالیات واضح رائے عزیز باد مکاتبہ

(بابہجتہ؟) ہمراہ حافظ محمد امیر صاحب مع دو اشرفی کلاں سکہ شاہ عالم مرسلہ میاں وحید الدین

صاحب و دس روپیہ مرسلہ آن عزیز رسید و از حال مندرجش آگاہی بخشید۔

عزیز من کسی نے تمہاری شکایت نہیں لکھی (...... تمہاری) طرح اوروں کو بھی

بعض عزیزوں نے لکھا ہے تمہاری خصوصیت نہیں۔ فقیر کو کسی کے لکھے پر خیال نہیں

خاطر جمع رکھو اپنے کام میں مشغول رہو اور ہدایت کرتے رہو۔ مسائل اختلافی میں نہ تکرار

کرو نہ مہر کرو بلکہ اکثر فتوے ان دنوں میں خالی نفسانیت سے نہیں حتی المقدور اپنے آپ

کو (.....) ضرور ہے۔ فقط

ایک خط ڈاک میں آیا اس کے مضمون سے (......) ہوا بموجب تحریر کے

تین تعویذ ایک عزیز جان وحید الدین کے نام کا اور دو تعویذ دونو فرزند میاں محی الدین

مرحوم کے واسطے لکھ کر ملفوف خط روانہ کیا جاتے ہیں۔ تینوں صاحبوں کے بازؤوں پر

باندھ دینا ان شاء اللہ تعالیٰ حفاظت الٰہی میں رہیں گے۔ اور سحر و افسوں سے محفوظ، خاطر

جمع رکھو، تنظر بخدا رکھو اور میاں وحید الدین کو کہہ دو کہ دعاے حزب البحر کو یاد کرلیں صبح

شام ہر روز ایک ایک بار پڑھ لیا کریں اور معوذتین کو بھی تین تین بار ہر روز ورد رکھیں

فقیر بھی آپ کے واسطے دعا حفاظت کی کرتا ہے۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیزمن مولوی عبدالسمیع صاحب زید مجدہٗ باللہ

بعد سلام مسنون و دعاے خیریت دارینی مشہود رائے عزیز باد، للہ الحمد فقیر بہر حال مشکور و بحق آن عزیز دعاے خیر می کند۔ دو خط شما پے در پے رسید سر در گردانید۔ یک خط و دہ روپیہ ہمراہ منشی مہربان علی خاں صاحب رسید و خط دیگر بہمراہی منشی وزیر محمد خاں صاحب مرحوم مع دو اشرفی قیمتی ؏؏ مرسلہ میاں وحید الدین صاحب بن حافظ عبد الکریم صاحب رسید خاطر جمع دارند چنانچہ بموجب تحریر آن عزیز مبلغ ؏ روپیہ منجملہ مبلغ دہ روپیہ برائے سبیل زمزم بزمزمی دادہ شد۔ ان شاء اللہ تامدت معہود سبیل زمزم جاری خواہد ماند و ثواب آن بروح زوجہ مرحومہ شما خواہد رسید خاطر جمع دارند و ہفت روپیہ و دو اشرفی بصرف خود آوردم۔ بدریافت انتقال زوجۂ آن عزیز رنج گردید اللہ تعالیٰ او را بہ بخشد و شما را صبر و شکیبائی عطا فرماید، برائے مغفرت شان دعا کردہ شد و می کنم او تعالیٰ قبول فرماید۔ آمین۔

بخدمت میاں حافظ عبد الکریم صاحب سلمہ و عزیز جان وحید الدین و فخر الدین و معین الدین سلام و دعاے خیر گفتہ دہند۔ فقط